جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

جنوری
۲۰۱۶ء

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۴	ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ / جنوری ۲۰۱۶ء	شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے ...... سالانہ 300 روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ 50 ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل اور اِسلامی تعلیمات و اِشارات	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۷
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۳۱
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۳۴
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی دینی حمیت اور موجودہ دور میں اِس کی ضرورت و اہمیت	حضرت مولانا محمد اَبوبکر صاحب پورنوی قاسمی	۳۷
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۳
اِسلامی عقائد کے محافظین اور ہماری ذمہ داریاں	حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری	۴۷
ضربِ اقبال اور قادیانی دجال	حضرت مولانا محمد اَنصار اللہ صاحب قاسمی	۵۲
اخبار الجامعہ	مولانا اِنعام اللہ صاحب	۶۲
وفیات		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

شریعتِ مطہرہ نے مومن صالح کا دیکھا ہوا خواب کسی درجہ میں معتبر مانا ہے بشرطیکہ وہ سچا ہو مگر صالح کی پہچان بہت مشکل کام ہے اِس لیے کہ یہ مخفی اور باطنی چیز ہوتی ہے جس کا حقیقی علم صرف اللہ کو ہے اِسی طرح خواب کے سچا ہونے یا نہ ہونے کا فرق بھی مخفی اَمر ہے بس ایک اَندازہ کیا جا سکتا ہے جو کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط، اور یہ بھی اَمر واقع ہے کہ بہت سے سچے خواب کافروں کو بھی نظر آتے ہیں مگر اِس سب کچھ کے باوجود عوام تو کیا خواص بھی بلکہ اہلِ علم کہلانے والا طبقہ بھی خوابوں پر ضرورت سے زیادہ اِنحصار کر کے بے جا خوش اِعتقادی یا بد اِعتقادی کا شکار ہے، اِسی طرح کشف و کرامات کے معاملے میں بھی اچھے بھلے حضرات بے اِعتدالی کی راہ اِختیار کیے ہوئے ہیں حالانکہ یہ چیزیں محض ظنی اور غیر یقینی ہیں، یقین و اِعتقاد کا اِن سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے اَلبتہ حُسنِ ظن قائم کیا جا سکتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواب کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ ملفوظات اِس اِداریہ کا حصہ بنا لیے جائیں جو باعثِ برکت بھی ہیں اور رہنمائی کا ذریعہ بھی..........ملاحظہ فرمائیں :

''..........آج کل لوگ خواب کو اِس قدر بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ اِتنی وقعت لوگوں کے ذہنوں میں وحی کی بھی نہیں حالانکہ اَوّل تو ہمارا خواب ہی کیا ہے ! ہمارے خواب کی حقیقت تو اکثر یہ ہوتی ہے کہ دن بھر کے جو خیالات ہمارے دماغ میں بسے ہوئے رہتے ہیں وہی رات کو سوتے میں اُسی صورت میں یا کسی دُوسری صورت میں نظر آجاتے ہیں اور اگر کوئی خواب تصرفِ نفسانی یا شیطانی سے پاک بھی ہو اور واقعی وہ خواب اَز قبیل رُؤیائے صالحہ ہی ہو تب بھی شریعت میں ایسے خواب کا درجہ صرف اِتنا ہے کہ حدیث میں اِس کو'' مُبَشِّرَاتْ '' فرمایا گیا ہے کہ اگر اِس خواب کے اَندر کوئی اچھی بات نظر آئے تو وہ خواب ایک دل خوش کن چیز ہے نہ یہ کہ وہ کوئی شرعی حجت ہے اور اُس کا درجہ اَحکامِ شرعیہ کے برابر ہے بلکہ اگر کوئی خواب ایسا ہو کہ اُس پر عمل کرنے سے کسی حکمِ شرعی کی مخالفت لازم آتی ہو تو ہرگز ایسے خواب پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا۔ اِسی مضمون کے سلسلہ میں یہ بھی اِرشاد فرمایا کہ مصر کے اَندر ایک بار کسی مسلمان نے خواب دیکھا تھا کہ

> ''حضور ﷺ اُس شخص سے اِرشاد فرمارہے ہیں کہ اِشْرَبِ الْخَمْرَ یعنی تو شراب پی۔ تو اُس شخص نے علماء سے تحقیق کیا تو علمائے مصر نے بااِتفاق جواب دیا کہ ہرگز حلال نہیں بلکہ تم کو حضور کا اِرشاد یاد نہیں رہا۔''

اور اگر میں اُس مجمع میں ہوتا تو جواب دیتا کہ اگر صحیح بھی یاد ہوتا تب بھی شراب سے یہ دُنیوی شراب مراد نہیں بلکہ شراب سے مراد شرابِ محبت ہے یعنی مطلب حضور ﷺ کا یہ ہے کہ تم خدا اور رسول کی محبت اپنے اَندر پیدا کرو۔ اِسی طرح خواب کو غلط سمجھنے کا ایک واقعہ کانپور کا ہے کہ

> ''وہاں ایک شخص درویش تھے جو حقہ پیتے تھے پھر اُنہوں نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے پیچوان یعنی حقہ رکھا ہوا ہے، اِس خواب سے وہ یہ سمجھے کہ حضور ﷺ مجھ کو فعلاً اِجازت دے رہے ہیں کہ تم حقہ پینا پھر شروع کردو۔''

مجھ سے اُنہوں نے اپنا یہ خواب ظاہر کیا تو میں نے اُن سے کہا کہ اِس خواب کی بناء پر ہرگز ایسا نہ کرنا اور یہ جو تم نے خواب دیکھا ہے یہ حضور ﷺ کا فعل نہیں بلکہ تمہارا فعل ہے جو حضور ﷺ کی ذاتِ مبارک کے آئینہ میں متمثل ہوا، سو اَوّل تو خواب حجت نہیں دُوسرے یہ خواب اپنی ظاہری صورت پر نہیں بلکہ صورتِ مثالی پر ہے لہٰذا قابلِ عمل نہیں۔ اِسی طرح مدرسہ دیوبند کا ایک قصہ ہے کہ

''دارُالعلوم میں ایک مرتبہ ایک طالب علم آئے جو مدرسہ میں داخل ہونا چاہتے تھے چنانچہ اُن کو داخل کرلیا گیا مگر وہ اِس پر مُصِر تھے کہ میں ''شرح جامی'' پڑھوں گا، حالانکہ جب اُن کا اِمتحان لیا گیا تو معلوم ہوا کہ ابھی اُن کے اَندر ہرگز اِستعداد نہیں کہ شرح جامی پڑھ سکیں بلکہ اَوّل اُن کو نحو کی کوئی اِبتدائی کتاب پڑھنا ضروری ہے تو جب اُن سے کہا گیا کہ تمہارے اَندر ابھی اِتنی اِستعداد نہیں کہ تم شرح جامی پڑھ سکو لہٰذا فی الحال تم کو شرح جامی میں شریک نہیں کیا جا سکتا وہ اُس وقت خاموش ہو گئے اگلے روز اُنہوں نے بیان کیا کہ میں نے جنابِ رسول مقبول ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرمارہے ہیں کہ تم شرح جامی پڑھو لہٰذا مجھ کو شرح جامی پڑھنے کی اِجازت دی جائے۔

تو مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو یہ جواب دیا کہ حضور ﷺ کے اِس اِرشاد کے متعلق تو ہم حضور سے خود عرض معروض کرلیں گے مگر تم کو فی الحال شرح جامی کی بجائے نحو کی کوئی اِبتدائی کتاب ہی پڑھنی ہوگی، سو اِس جواب کا حاصل بھی یہی ہے کہ ہم دعویٰ رُؤیت کی تکذیب نہیں کرتے لیکن اِس کا کیا اِطمینان ہے کہ اُنہوں نے اِرشاد کو صحیح سنا اور سمجھا بھی۔''

(ملفوظ نمبر ١٣٦ مشمولہ ملفوظات حکیم الامت ؒ ج ٩ ص ١٢١، ١٢٢ طبع ملتان)

ایک صاحب نے اپنا ایک خواب لکھا حضرت اَقدس نے حسبِ معمول یہ جواب تحریر فرمایا کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں پھر فرمایا کہ خوابوں کا کیا اِعتبار ! اَوّل تو خود خواب ہی کا حجت ہونا ثابت نہیں پھر اِس کی تعبیر کا سمجھ میں آجانا ضروری نہیں اور پھر کس کا خواب اور پہلے ہو تو جاؤ کسی قابل۔ اگر یہ کہا جاوے کہ رُویائے صالحہ کو حدیث شریف میں مبشرات فرمایا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ درجہ ہم لوگوں کے خواب کا ہے یا صلحاء کے خواب کا ؟ ایک تو یہ فرق۔ پھر حضراتِ صحابہ کہ ہر شے کو اپنے درجے میں رکھتے تھے اُن کے خوابوں کی تعبیر دینے میں عقیدہ خراب ہونے کا مفسدہ محتمل نہ تھا اور اَب یہ اَندیشہ ہے کہ اِس وقت اگر خوابوں کو اہمیت دی جائے تو بس لوگ خوابوں ہی پر قناعت کر کے بیٹھ رہیں اور اِصلاحِ اَعمال سے بے فکر ہو کر بیٹھ جائیں اور مفسدہ تو وہ چیز ہے کہ اگر نفل میں بھی مفسدہ ہو تو اُس کو بھی ترک کرادیا جاتا ہے چہ جائیکہ خواب جو نفل تو کیا کسی درجہ میں بھی عبادت نہیں کیونکہ عمل اِختیاری نہیں، اَب اِس میں تفقہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جب خوابوں کو اہمیت دینے میں عقیدہ کی خرابی کا اِحتمال ہے تو اِس کو بالکل ہی ترک کر دینا چاہیے۔ پھر یہ بھی قابلِ نظر ہے کہ کبھی ایک ہی شخص کے بارے میں دو شخص مختلف خواب دیکھتے ہیں تو کس کے خواب کا اِعتبار کیا جائے ؟ کسی کا بھی نہیں، کیونکہ یہ عقلی اور علمی مسئلہ ہے کہ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا یعنی جب برابر کی قوت کی دو چیزیں متعارض ہوں تو دونوں واجب الترک ہیں تو وہی حاصل ہوا کہ خواب حجت نہیں پھر آج کل کی تعبیر بھی اَٹکل پچو ہوتی ہے کبھی کسی کے نزدیک کچھ ہوتی ہے کسی کے نزدیک کچھ، تعبیر کا سمجھنا مشکل ہے۔

اِس پر ایک خواب یاد آیا ہمارے حضرات ہمیشہ ندوہ کے خلاف رہے ہیں یہ اِختلاف ندوہ والوں کو معلوم تھا، اُنہوں نے اِس اِختلاف کے جواب کے لیے ایک خواب پیش کیا، میں یہ نہیں کہتا کہ اُنہوں نے وہ خواب گھڑا، ضرور دیکھا ہوگا وہ خواب یہ تھا کہ

''گویا ندوہ کا جلسہ ہے مسند بچھی ہوئی ہے اہلِ ندوہ مسند پر بیٹھے ہوئے کارروائی جلسہ کی کر رہے ہیں باہم مشورہ ہو رہا ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک طرف کو آپ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، بس یہ خواب تھا۔''

اُن لوگوں نے اِس کی یہ تعبیر دی کہ جس مجلس میں خود حضور موجود ہوں وہ مجلس یقیناً عند اللہ مقبول ہے، کسی نے اِس خواب اور اِس تعبیر کا ذکر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کیا مولانا نے فرمایا کہ اِن لوگوں نے اِس خواب کا صحیح مطلب نہیں سمجھا، کوئی اِن سے کہے کہ حضور کے ہوتے ہوئے کسی کا مسند پر بیٹھنا صاف دلیل ہے تقدم علی الرسول کی یعنی اِن لوگوں میں خود رائی ہے وہ اپنی رائے کو حضور ﷺ کی رائے مبارک پر مقدم کرتے ہیں۔ پھر حضرت مدظلہم العالی نے فرمایا کہ دیکھئے اَب ہر ایک کا تو کام نہیں اِس تعبیر کا سمجھ جانا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے خواب دیکھا جو کہ بڑا وحشت ناک خواب تھا کہ

''نعوذ باللہ نعوذ باللہ وہ قرآن شریف پر پیشاب کر رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے اِس کی تعبیر یہ ہے کہ اِنشاء اللہ تعالیٰ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حافظ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ حافظ ہوگیا۔''

اَب دیکھئے کہ یہ خواب ظاہر میں تو نا مبارک تھا اور حقیقت میں مبارک تھا اور ندوہ والوں کا خواب بظاہر مبارک تھا مگر دراصل نا مبارک تھا۔ یہ تعبیر تو ایک مستقل فن ہی ہے اِس میں بزرگی کا بھی کوئی دخل نہیں بلکہ اِس فن سے مناسبت کے لیے تو اِیمان کی بھی شرط نہیں چنانچہ اَبوجہل کو فنِ تعبیر سے بہت ہی مناسبت تھی اور وہ بڑا مُعَبِّر تھا اِس فن کا مدار فطری مناسبت پر ہے اور وہ کسی کو حاصل ہے کسی کو نہیں چنانچہ مجھ کو نہیں ہے اِس لیے میں نے یہ سستا نسخہ نکال لیا ہے کہ جو شخص خواب لکھ کر مجھ سے تعبیر پوچھتا ہے میں اکثر یہ شعر لکھ دیتا ہوں ؎

نہ شم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

(نہ میں شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی باتیں کروں چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اِس لیے میں تو آفتاب ہی کی باتیں کروں گا)

خواب میں تو اگر یہ بھی دیکھے کہ سور کا گوشت کھا رہا ہوں یا جہنم میں جل رہا ہوں مگر جب اُٹھا تو اپنے اَندر کوئی کام قصداً اخلافِ شرع نہیں پایا تو وہ خواب مطلق منکر اور علامتِ قبح نہیں اور اگر خواب میں یہ دیکھے کہ میں جنت میں ہوں حوروں سے مشغول ہوں اللہ کا دیدار ہو رہا ہے مگر آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سنت کے خلاف اُمور میں مشغول ہے یا معصیت میں مبتلا ہے تو وہ مبارک خواب بھی قابلِ اِعتبار نہیں کیونکہ اِعتبار بیداری کی حالت کا ہے جو اِختیاری ہے نہ کہ خواب کی حالت کا جو غیر اِختیاری ہے۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی تو یہ تحقیق ہے کہ اچھے لوگوں کو اکثر برے خواب نظر آتے ہیں کیونکہ اُن کو اپنے عیوب ہر وقت مستحضر رہتے ہیں اور آدمی خواب میں اکثر وہی باتیں دیکھتا ہے جو اُس کے دِل میں اکثر مستحضر رہتی ہیں۔

غرض خواب کسی حالت کی علت نہیں ایک قسم کی علامت ہے بیداری کی حالت کی اور علامت کبھی صحیح ہوتی ہے کبھی غلط اِس لیے جس چیز کی وہ علامت ہے اُس کی حقیقت دیکھنی چاہیے۔

''ایک شخص سوتے میں پیشاب کر دیا کرتا تھا جس سے روز بستر خراب ہو جاتا اور بی بی کو دھونا پڑتا وہ بہت خفا ہوئی کہ شرم نہیں آتی بڈھا ہو کر بچوں کی طرح سوتے میں پیشاب کر دیتا ہے، اُس نے کہا کہ کیا کروں شیطان خواب میں آتا ہے اور مجھے اُٹھا لے جاتا ہے کہ چلو سیر کریں پھر پیشاب کا تقاضا ہوتا ہے وہ ایک موری دکھاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں بیٹھ جاؤ اور پیشاب کر لو، میں موری سمجھ کر پیشاب کر لیتا ہوں جب آنکھ کھلتی ہے تو اپنے آپ کو بستر پر پڑا ہوا پاتا ہوں، اُس وقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ موری نہیں ہوتی محض شیطان کا دھوکہ ہوتا ہے، وہ غریب لوگ تھے بیوی نے کہا کہ جب شیطان سے ایسی دوستی ہے تو اُس سے اپنا کام بھی نکالنا چاہیے کیونکہ جنوں سے لوگوں کے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں اور شیطان تو جنوں کا بادشاہ ہے اُس سے اگر کچھ مانگو گے تو بہت کچھ مِل جائے گا اور ہماری یہ غریبی جاتی رہے گی

اُس نے کہا کہ اچھا اَب خواب میں آیا تو اُس سے کہوں گا چنانچہ جب وہ رات کو سویا تو شیطان صاحب پھر آموجود ہوئے، اُس نے کہا کہ بس میاں نہ کچھ دیتے ہو نہ کچھ دلاتے ہو روز پیشاب ہی کرا جاتے ہو، ہمارے یہاں غریبی کے مارے فاقوں کی نوبت ہے، اُس نے کہا کہ واہ تم نے اِس سے پہلے کیوں نہیں کہا، یہ بات کیا مشکل ہے چلو میں تمہیں روپیوں کا توڑا دے دُوں گا پھر فراغت سے خرچ کرتے رہنا چنانچہ وہ اُس کو اُٹھا کر ایک شاہی خزانہ پر لے گیا اور وہاں سے روپیوں کی ایک تھیلی نکال کر اُس کے کندھے پر رکھ دی کہ لے جا، وہ تھیلی اِتنی وزنی تھی کہ مارے بوجھ کے میاں کا پاخانہ نکل گیا اَب صبح جو آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بستر پر پاخانہ تو موجود ہے اور تھیلی ندارد، بیوی نے یہ دیکھ کر کہا کہ اللہ کے واسطے تو مُوت ہی لیا کر میں ایسے روپیوں سے باز آئی ۔''

تو ہم لوگوں کے یہ خواب ہیں، خواب میں تو دیکھا کہ جنت میں ہیں اور بیداری میں دیکھا تو دوزخیوں سے بدتر، جب بیداری کی یہ حالت ہے تو خواب کی حالت کی خوشی کیا، جیسے اُس شخص نے خواب میں دیکھا کہ خزانہ مِل گیا ہے اور بیداری میں دیکھا تو کچھ نہیں پاخانہ میں سَنا ہوا پڑا ہے، غرض جس چیز کو شریعت نے حجت نہیں بنایا ہے اُس کو اِتنی اہمیت دینا جائز کہاں ہے۔ بزرگوں نے تو یہاں تک تصریح فرمائی ہے کہ خواب ہی میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں بھی کہا جاوے کہ تو جنتی ہے اور بالکل مامون العاقبت ہے چاہے کوئی نیک عمل کر یا نہ کر تو ضرور جنت میں جائے گا تب بھی ہرگز اِس پر اِلتفات نہ چاہیے اور رائی برابر بھی عمل میں کمی نہ کرنی چاہیے اور اگر غیب سے یہ ندا آئے کہ تو دوزخی ہے چاہے جتنی عبادت کر تو دوزخ ہی میں جائے گا تو اِس سے بھی ہرگز مایوس نہ ہو اور بدستور عبادت میں مشغول رہے، اِسے بھی لغو سمجھے اور اُسے بھی لغو سمجھے، نہ اِس سے کچھ متاثر ہو نہ اُس سے کچھ متاثر ہو۔[1]

---

[1] دماغی اور نفسیاتی مریضوں کو بھی ایسی آوازیں اکثر سُنائی دیتی ہیں۔ محمود میاں غفرلہٗ

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی چیز بھی سوائے وحی کے حجت ہوتی تو پیغمبر ﷺ اُس کو کیوں نہ ظاہر فرماتے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ گو بظاہر رِند مشرب ہیں اور رِند مشہور ہیں گو یہ غلط ہے لیکن وہ بھی فرماتے ہیں ؎

در راہِ عشق وسوسۂ اَہرمن بسے است
ہشدار و گوش را بہ پیام سروش دار

(عشق اِلٰہی کی راہ میں نفس اور شیطان کے وساوس بہت زیادہ ہیں اِن سے بچو اور کانوں کو ہاتفِ غیبی کی آواز پر لگاؤ)

''پیامِ سروش'' کیا ہے ؟ وحی ہی تو ہے وحی کو فرشتہ ہی تو لایا تھا، بس حجت صرف وحی ہی ہے غیر صاحبِ وحی کا فرشتوں کو دیکھنا بھی حجت نہیں ہے اور اگر فرشتے بھی نہ ہوں تو کچھ پوچھنا ہی نہیں چنانچہ اِس طریق میں ایسے وسوسے شیطان ڈالتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ حضرت شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ بعض اَوقات شیطان بعض سالکوں کے متخیلہ میں تصرف کرتا ہے اور ایک آسمان بنا کر اُن کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے پھر اُس میں اُن کو اِسی تصرف کے اَثر سے اَجسامِ نورانی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور شیطان یہ دِل میں ڈالتا ہے کہ یہ ملائکہ ہیں پھر وہ کچھ تعلیم کرتے ہوئے بھی سنائی دیتے ہیں اور وہ تعلیم خلافِ شریعت ہوتی ہے اِس لیے اگر ایسا واقعہ بھی دیکھے تب بھی کچھ پرواہ نہ کرے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ بھی نظر آئے اَنوار، تجلیات سب کو ''لائے نفی'' کے تحت میں لا کر سب کی نفی کر دینی چاہیے عبدیت یہی ہے، مولانا اِسی طرف اِشارہ فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ اَست کہ چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند اِلا اللہ باقی جملہ رفت

مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ روشن ہوتا ہے تو معشوق کے سوا جو کچھ بھی ہے سب جل جاتا ہے۔ اِس (عشق) نے ''لا'' کی تلوار غیر حق پر چلادی پھر دیکھ کہ ''لا'' کے بعد آخر میں کیا رہ گیا ؟ ایک ''اللہ'' ہی رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا، مرحبا اے شرکت کو جلانے والے عشق تو خوش رہ)

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اُن کے ایک مرید جب ذکر و شغل کرتے تو اَنوار نظر آتے، اُن کے شیخ کو اِس کا پورا اِطمینان نہ ہوا کہ یہ اَنوار رحمانی ہیں یا شیطانی، بعض اَوقات شیخ کو بھی اِستدلال کی ضرورت پڑتی ہے اُنہیں بھی ٹھیک طور پر یہ پتہ نہ لگا کہ یہ اَنوار کیسے ہیں چنانچہ اُنہوں نے اُس کا ایک اِمتحان لیا مرید سے کہا کہ تم کسی اصطبل میں سے بلا اِجازت ایک تنکا اُٹھالاؤ تا کہ گناہ نہ ہو کیونکہ ایک تنکے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اِس لیے اُس کا اُٹھالانا بوجہ غیر متقوم ہونے کے گناہ تو نہیں، جیسا کہ فقہاء نے بالتصریح لکھا ہے لیکن خلافِ اَولیٰ ہے چنانچہ وہ مرید تنکا اُٹھالائے اِس کے بعد وہ نور نظر نہیں آیا شیخ نے یہ حال سن کر فرمایا کہ جاؤ اَب تنکا ڈال آؤ معلوم ہوگیا کہ اَلحمد للہ وہ نور رحمانی ہے کیونکہ جو چیز شریعت میں پسند نہ تھی اُس کے کرنے سے وہ غائب ہوگیا اگر وہ نور شیطانی ہوتا تو اِس فعل کے اِرتکاب سے اِس میں اور ترقی ہوتی۔

پھر حضرت اَقدس مدظلہم العالی نے فرمایا کہ اَب بعض اہلِ سلوک فخر کرتے ہیں کہ ہم زنا بھی کر لیتے ہیں تب بھی ہماری نسبت سلب نہیں ہوتی، یہی دلیل ہے اِس کی کہ وہ شیطانی نسبت ہے ورنہ رحمانی ہوتی تو بھلا معصیت کے اِرتکاب کے بعد باقی رہ سکتی تھی ! اِس کی تو وہ حالت ہے جیسے پان[۱] کی کہ ذرا ہوا لگی اور خراب ہوا ۔

---

[۱] اسی لیے گیلے کپڑے میں لپیٹ کر رکھتے ہیں۔

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

(سالک کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں اگر دل کے باغ سے ایک تنکا بھی کم ہوجاتا ہے)

نسبتِ رحمانی میں تو اَدنیٰ اَدنیٰ بات سے تغیر ہوجاتا ہے اور جب معصیت کے ہونے سے بھی تغیر نہ ہوتو وہ شیطانی نسبت ہے، نسبتِ رُوحانی تو ایسی ہوتی ہے کہ جیسے چھوئی موئی جس کو شرمندہ کہتے ہیں کہ اِس کو ذرا ہاتھ لگا نہیں کہ وہ مرجھائی نہیں اور ایک شمشاد[1] ہے کہ اُس کو جتنا چاہے چھوئیے بلکہ ہتھوڑے بجائیے اِس پر کوئی اَثر نہیں، پھر فرمایا کہ یہاں صحیح تعلیم کی ضرورت ہے جو آج کل بالکل گم ہے اِس لیے اِن صحیح حقائق کو یوں سمجھتے ہیں کہ مُلا پن ہے فلسفیت ہے تصوف نہیں ''تصوف'' کو ایک مستقل فن بنا رکھا ہے ''شریعت'' کے مقابلہ میں ۔[2]

حضرت تھانوی کے اِرشادات اہلِ علم اور عوام وخواص کے لیے واضح ہدایات ہیں اِن کی روشنی میں بہت سی خرابیوں سے بچتے ہوئے صحیح راستہ اِختیار کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے ۔

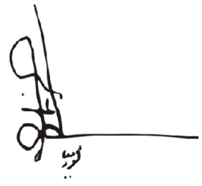

---

[1] ایک لمبا خوبصورت درخت

[2] ملفوظ نمبر ۲۳۰ مشمولہ ملفوظات حکیم الامت ج ۹ ص ۲۵۴ تا ۲۵۹ طبع ملتان

مولای صل وسلم دائما ابدا درس حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

آپ ﷺ کی بعثت اور یہود کی دقیانوسی
متعدی بیماریاں اور مریض کی عیادت

حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کیا کرتا تھا وہ ایک دفعہ بیمار ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ اُس کی عیادت کے لیے اُس کے گھر تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ لڑکے کا باپ اُس کے سرہانے بیٹھا توراۃ پڑھ رہا ہے رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ اے یہودی ! میں تمہیں اُس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توارۃ نازل فرمائی کہ تم توراۃ میں میری نعت میری صفت اور میری ہجرت کا حال پاتے ہو ؟ اُس نے جواب دیا، نہیں ! (اپنے باپ کا غلط جواب سن کر) وہ لڑکا بول اُٹھا کہ بَلٰی وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَجِدُ لَکَ فِی التَّوْرَاۃِ نَعْتَکَ وَ صِفَتَکَ وَمَخْرَجَکَ یعنی کیوں نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ! ہم یقیناً آپ کی تعریف آپ کی صفتیں اور آپ کی ہجرت کا حال توراۃ میں پاتے ہیں ! ! اور کہنے لگا وَاِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ میں یقین کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں ! ! ! (اِس کے بعد یہ لڑکا وفات پا گیا) رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا اَقِیْمُوا ھٰذَا مِنْ عِنْدِ رَأْسِہٖ وَ لُوْا اَخَاکُمْ [1] اِسے اِس بچہ کے سرہانے سے اُٹھا دو (اور چونکہ یہ بچہ مسلمان تھا تو تمہارا بھائی ہوا اِس لیے) اپنے اِس

[1] مشکوۃ شریف کتاب الفضائل و الشمائل رقم الحدیث ۵۷۹۹

بھائی کی تولیت و ذمہ داری سنبھالو یعنی اِسے اِس اعزاز کے ساتھ دفن کیا جائے گا جس اِعزاز سے مسلمان کو دفن کیا جاتا ہے۔

اِس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ بیمار کی عیادت سنت ہے جنابِ رسالت مآب ﷺ خود بھی عیادت فرماتے رہے ہیں اور صحابہ کرام کو بھی اِس کی تاکید فرماتے رہے ہیں، عیادت ایک مسلمان کا دُوسرے مسلمان پر حق ہے، رشتہ داروں متعارف لوگوں اور پڑوسیوں کا بھی ایک دُوسرے پر حق ہے کہ بیماری کی صورت میں مدد کریں اور عیادت کریں، اَحادیث میں عیادت اور بیمار پرسی کی بہت فضیلت آئی ہے۔

اِس خوف سے کسی مریض کی عیادت نہ کرنا کہ اُس کی بیماری ہمیں لگ جائے گی ہرگز مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ خیال ہی غلط ہے کہ بیماری لگتی ہے، اِحتیاط کرنے میں مضائقہ نہیں ہے مگر اِس قدر غلو کرنا کہ مریض کی بیمار پرسی ہی چھوڑ دی جائے جائز نہیں ہے۔ ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن کے ساتھ ایک اُونٹ تھا جسے خارش کی بیماری لگی ہوئی تھی صحابی نے وہ اُونٹ دُوسروں سے علیحدہ کھڑا کیا، آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے کی وجہ دریافت فرمائی، عرض کیا اِسے خارش ہے اِس لیے دُوسرے اُونٹوں سے دُور رکھا تاکہ دُوسروں کو یہ مرض نہ لگ جائے۔ آپ نے فرمایا (سب سے) پہلے اُونٹ کو یہ مرض کیسے لاحق ہوا گویا یہ بات ناگوار گزری کہ اِس سے دُوسروں کو بیماری لگ جائے گی اور سمجھا دیا کہ بیماری ایک دُوسرے سے نہیں لگتی ہے اللہ کی مرضی سے ہی سب کچھ ہوتا ہے ایک دُوسرے سے بیماری لگنے کا اِعتقاد رکھنا باطل ہے، اِسلام اِس کی تغلیظ کرتا ہے اور حکیموں اور ڈاکٹروں کے نقطۂ نظر کا خلاصہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ اِحتیاط رکھی جائے ورنہ کوئی معالج مریض کو دیکھا ہی نہ کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ جنابِ سرورِ کائنات ﷺ کے پاس ایک دفعہ کوڑھ کا مریض آیا وہ بیچارہ خود کو لوگوں سے جدا رکھتا تھا تاکہ کسی کو اِس کا مرض نہ لگ جائے گھن نہ آئے اور کوئی برا محسوس نہ کرے، رسول اللہ ﷺ نے اُس کے ساتھ مِل کر کھانا تناول فرمایا اور فرمایا کہ کھاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو یعنی تم یہ ڈر نہ کرو کہ تمہارا مرض مجھے لگ جائے گا۔ اِس موقع پر بھی عمل کر کے یہ تعلیم فرمائی گئی کہ یہ

اِعتقاد نہ رکھنا چاہیے کہ بیمار کے ساتھ بیٹھنے سے بیماری لگ جاتی ہے۔تو عیادت کو اِس مذکورہ خطرے کی بناء پر ترک کرنا درست نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے ہر بیمار کی عیادت کرنی چاہیے خواہ اُسے بیماری کسی بھی قسم کی ہو اور وہ بیمار کسی بھی درجے کا ہو، یہ یہودی لڑکا جو بعد میں مسلمان ہوا آنحضرت ﷺ کا ایک معمولی خادم تھا مگر آپ کا اَخلاق اِس قدر بلند تھا کہ بہ نفس نفیس عیادت کو تشریف لے گئے۔

آنحضرت ﷺ نے عیادت کا طریقہ بھی بتلایا ہے، آپ نے مریض کے پاس بہت دیر تک بیٹھنے، گپیں ہانکنے اور شور مچانے سے منع فرمایا ہے، مریض کے آرام کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور اِس کے لیے دُعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

حدیثِ مذکور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولا کرتے تھے، توراۃ میں آنحضرت ﷺ کی تعریف وتوصیف پڑھنے کے باوجود صاف اِنکار کر دیتے تھے۔اِس مریض لڑکے کے باپ کو آنحضرت ﷺ نے اللہ کی قسم بھی دی مگر پھر بھی وہ جھوٹ سے باز نہ آیا، نہ اللہ کی قسم کی پرواہ کی اور نہ ہی خدا کے نبی کا کچھ لحاظ کیا، یہ خاصہ اُس پورے (یہودی) طبقے کا تھا جو مدینہ شریف میں رہائش پذیر تھا، اُن میں یہ ضد بازی اور ہٹ دھرمی بہت پہلے سے چلی آرہی تھی وہ ہی اِن کے اِسلام سے محرومی کا باعث بنی اور یہ (ہٹ دھرمی) اُن کا گویا قومی خاصہ ہوگیا ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ﴾

اللہ تعالیٰ ہمیں غلط راستے پر چلنے سے محفوظ رکھے راہِ راست پر قائم رکھے اور آخرت میں آقائے نامدار ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا.............

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۰ (قسط:۱)

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل

اور

اِسلامی تعلیمات و اِشارات

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ﴾

مالی نظام کے اِسلامی اُصول اور بنیادی نظریے :

قرآنِ پاک اور سیرتِ مقدسہ کا مطالعہ کرنے والا حیران رہ جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ سورتیں اور آیتیں جو نبوت کے اِبتدائی دور میں نازل ہوئیں جن سے دعوتِ اِسلام کا آغاز ہوا اُن میں جس طرح توحید، خدا پرستی اور نماز کی ہدایت وتلقین کی گئی ہے اور شرک سے نفرت دلائی گئی ہے اِسی طرح قوت وشدت کے ساتھ اُن میں دولت صَرف کرنے کا حکم ہے، طغیان انگیز سرمایہ داری اور بحران پیدا کرنے والی دولتمندی سے نفرت دلائی گئی ہے اور ایسے صرف وخرچ سے ممانعت کی گئی ہے جس کا مقصد

اِستحصال ہو۔ مثلاً

(۱) سورۂ مزمل نبوت کے اِبتدائی دور میں نازل ہوئی اِس کا پہلا حصہ پہلے سال نازل ہوا جس میں شب بیداری کی تلقین اور فرعونیت سے مقابلہ کرنے کی ہدایت ہے (جس کے تحت میں ملوکیت بھی آجاتی ہے)۔ دُوسرا حصہ جوایک سال بعد نازل ہوا جو اِن اَحکام پر ختم ہوتا ہے نماز قائم کرو، زکوۃ اَدا کرو، اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیتے رہو۔ اِس آیت میں خدا پرستی سے متعلق صرف ایک حکم ہے : ''نماز قائم کرو'' لیکن دولت سے متعلق دو حکم ہیں : ''زکوۃ اَدا کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دیتے رہو۔'' (آیت : ۲۰)

(۲) اِس سے پہلے سورۂ علق (اِقرأ) نازل ہوئی تھی جس کی اِبتدائی آیتوں سے وحی کا آغاز ہوا ہے اور یہی لمحہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو منصبِ نبوت عطا ہوا تھا، اِس سورت کا دُوسرا حصہ کچھ عرصہ بعد نازل ہوا دُوسرے حصے کا پہلا فقرہ یہ ہے ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی﴾ سچ مچ یہ حقیقت ہے کہ اِنسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اِس پر کہ دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی (صاحبِ دولت) ہو گیا ہے۔ (آیت : ۶،۷،۸)

(۳) سورہ مدثر سب سے پہلی سورت ہے جس میں آپ کو دعوت و تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے اِس کے پہلے فقرے میں جس طرح یہ حکم ہے ﴿وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ﴾ اِسی طرح یہ حکم ہے ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ﴾ کسی پر اِس غرض سے اِحسان نہ کرو کہ اُس سے زیادہ حاصل کرنا مقصود ہو۔

(کسی کو اِس غرض سے نہ دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو۔ بیان القرآن)۔ (آیت : ۳ ، ۶)

(۴) مکی سورتوں میں سورۂ بلد بھی ہے اُس کی چند آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :

''کیا (اِنسان) خیال کرتا ہے کہ اُس کو کسی نے دیکھا نہیں۔ کیا نہیں دیں ہم نے اُس کو دو آنکھیں، کیا نہیں دی ہم نے اُس کو زبان، کیا نہیں دیے ہم نے اُس کو دو ہونٹ (جن کے ذریعے گفتگو اور تقریر و خطابت کا وہ شرف اُس کو حاصل ہے جو کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہے) اور کیا نہیں بتا دیے ہم نے اُس کو (خیر و شر، کامیابی و ناکامی کے) دونوں راستے پس اُس نے گھاٹی کا دُشوار گزار راستہ کیوں نہیں طے کیا آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے ؟ (جس سے گزرنا مشکل ہوتا ہے، گھاٹی کی آسانی یہ

ہے کہ) کوئی گردن چھڑانا (غلام خرید کر آزاد کرنا یا مقروض کا قرض اَدا کر دینا) یا کھانا کھلانا فاقہ کے دِن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی مٹی میں ملنے والے (فرش زمین پر بسر کرنے والے) ضرورت مند کو۔'' (آیت : ۷ تا ۱۶)

یعنی صرف اِس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کو دیکھنے والا بولنے والا بنایا ہے اِس پر لازم ہے کہ اِس اِنعام کے شکر میں وہ ہر ضرورت مند کی اِمداد کرے، وہ اِس کا عزیز قریب ہو یا اَجنبی۔

(۵) سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ بھی مکہ معظّمہ کے اُسی دور میں نازل ہوئی، یہ پوری سورت سرمایہ داری کے خلاف اِس شدت سے گرج رہی ہے کہ اِنقلاب پسندوں کے تمام لٹریچر میں اِس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

''تباہی اور بربادی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو (اپنی دولت اور سرمایہ کے زعم میں دُوسروں کو) طعنہ دیتا ہے اُن میں عیب نکالتا ہے، جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا خیال کر رہا ہے کہ اُس کا مال سدا رہے گا اُس کے پاس ہرگز نہیں ! یقین رکھو ایسی آگ میں ڈالا جائے گا کہ اُس میں جو کچھ پڑے وہ اُس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے، آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے ؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو سُلگائی گئی ہے جو دِلوں تک پہنچے گی اور اُن پر پابندی کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔''

سورۂ مزمل کی آیت جس کا ترجمہ نمبر ا میں پیش کیا گیا ہے اُس میں صرف دولت کے متعلق دو لفظ ہیں : '' زکوۃ '' اور '' قرض ''

''زکوۃ'' ایک مخصوص مقدار ہے جس کی اَدائیگی ختم سال پر عائد ہوتی ہے جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً ۵۴ تولہ چاندی جو ضروریات سے فاضل ہو کسی مسلمان کے پاس سال بھر رہی ہو تو اُس پر فرض ہوگا کہ اِس چاندی کا چالیسواں حصہ (تقریبًا ایک تولہ ساڑھے تین ماشے) اُس ضرورت مند کو اَدا کرے جو مصرفِ زکوۃ ہونے کی شرطیں پوری کرتا ہو یعنی خود صاحبِ نصاب نہ ہو، ایسا رشتہ دار نہ ہو جس کا نفقہ لازم ہوتا ہے، غیر مسلم نہ ہو، سیّد نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ تفصیل تقریبًا پندرہ سال بعد بتائی گئی

جب آنحضرت ﷺ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آچکے تھے اور یہاں بھی دو سال بعد۔

جب تک یہ تفصیل نہیں بتائی گئی تھی اُس وقت تک زکوۃ اور قرض میں صرف اِتنا ہی فرق ہوسکتا تھا کہ زکوۃ میں یہ ضروری تھا کہ کسی ضرورت مند کو بلا معاوضہ (بطور ہبہ) کے مالک بنایا جائے اور قرض میں یہ شرط نہیں تھی مثلاً آزاد کرنے کے لیے غلام خریدا گیا تو اُس کی قیمت میں زکوۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی تھی کیونکہ یہاں اگرچہ تملیک ہوتی تھی کہ بائع کو رقم کا مالک بنا دیا جاتا تھا مگر یہ تملیک بلا معاوضہ نہیں ہوتی تھی یا مثلاً حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ایک کنواں (جوایک یہودی کی ذاتی جائیداد میں تھا) خرید کر وقف کر دیا تو اگرچہ اِس سے مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت پوری ہوگئی کہ یہودی بغیر معاوضہ لیے پانی بھرنے کی اِجازت نہیں دیتا تھا اور اَب یہ کنواں وقفِ عام ہوگیا تو ہر شخص کو بلا روک ٹوک اور بلا معاوضہ جتنی ضرورت ہوتی پانی لینے کی عام اِجازت ہوگئی تھی، مگر چونکہ کسی مسلمان کو اِس کا مالک بنانا مقصود نہیں تھا لہٰذا اِس میں زکوۃ کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی تھی چنانچہ حضرت عثمانِ غنیؓ نے زکوۃ کے علاوہ اپنے پاس سے رقم خرچ کی جو قرض بنامِ خدا ہوئی۔

پس نزولِ آیت کے وقت کا لحاظ کرتے ہوئے آیت کا مفاد وہ ہوا جو قرآنِ شریف میں دُوسرے موقع پر اِن الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے :

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ﴾ (سُورۃ البقرہ : ۲۱۹)

''اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں ؟ آپ فرمادیں جو کچھ فاضل ہو وہ خرچ کر دو۔ (پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں، جو اَفزود ہو۔ شاہ عبدالقادرؒ)

سورۂ بقرہ کی یہ آیت اگرچہ بعد میں نازل ہوئی مگر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مکی زندگی کی کھلی ہوئی شہادت یہ ہے کہ مکہ معظّمہ میں برابر عمل وہی رہا ہے جو مفہومِ آیت ہے۔

بعض حضراتِ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سورۂ مزمل کی یہ آیت جس میں اَدائے زکوۃ کا حکم ہے، مدینہ طیبہ میں نزل ہوئی مگر یہ غیر ضروری تکلف ہے، تحقیق یہی ہے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب یہ آیت مکہ معظّمہ ہی میں نازل ہوئی، مدینہ طیبہ میں زکوۃ کے متعلق مذکورہ بالا

تفسیر بتائی گئی۔(فیض الباری)

پوری سورۃ کا سلسلۂ کلام بھی یہی واضح کرتا ہے کیونکہ سورۃ کی پہلی آیتوں میں جو شب بیداری کا حکم دیا گیا تھا جب آنحضرت ﷺ اور آپ کے رُفقاءِ کرام نے (جو اُس وقت شرفِ رفاقت حاصل کر چکے تھے) اِس حکم پر اِس طرح عمل کیا کہ کم اَز کم ایک تہائی ورنہ نصف شب یا دو تہائی رات یادِ خدا میں کھڑے ہو کر گزاری جس سے پیروں پر ورم آ گیا اور سال بھر یہ مجاہدہ کرتے رہے، تب اِس سورۃ کا دُوسرا حصہ نازل ہوا جس میں قیامِ شب کے حکم میں تخفیف کی گئی اور حکم ہوا کہ سہولت کے بموجب قرآن پڑھو اور تخفیف کی وجہ ایسے اَنداز سے بیان کی گئی کہ مستقبل کا پورا نقشہ سامنے آ گیا، بیماری کے عوارض بھی پیش آئیں گے، قومی ملی اور معاشی ضرورتوں کے لیے سفر بھی کرنے ہوں گے، راہِ خدا میں جہاد بھی کرنا ہوگا، اِسی آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ جس میں نماز، اَدائے زکوۃ اور قرض فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔ پس جس طرح اِس توجیہہ میں ایک خانہ ''قتال اور جہاد'' کا بھی ہے جس کی تفصیل دس بارہ سال بعد سامنے آئی، ایسے ہی ''زکوۃ'' کا خانہ بھی ہے جس کا تصور اَب دلایا گیا ہے اور تفصیلات بعد میں نازل ہوئیں لہٰذا یہ بات کہ اُس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی چودہ پندرہ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی تکلفِ بارد ہے، اِتفاق سے یہ پورا رکوع ایک آیت ہے اِس لیے بھی یہ تجزیہ مناسب نہیں ہے کہ کچھ کو مکی مانا جائے اور کچھ کو مدنی۔(واللہ اعلم بالصواب)

(٦) اُسی دور کا واقعہ ہے جس کی شہادت سیّدنا اَبو ذر غفاری رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے کہ ایک روز حرمِ کعبہ میں گئے تو دیکھا آنحضرت ﷺ دیوارِ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما ہیں، اِن کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا : هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ربِ کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں رہیں گے۔ حضرت اَبو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ''میں نے یہ اِرشاد سنا تو لرز گیا، مجھے خوف ہوا کہ شاید میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ؟ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، کن کے متعلق یہ اِرشاد ہو رہا ہے ؟ فرمایا : وہی جن کے پاس دولت زیادہ ہے، پھر ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا اِس خسارہ سے صرف وہ

مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو اِس طرح (دونوں ہاتھ بڑھا کر) اپنے سامنے دیتے ہیں، دائیں دیتے رہیں بائیں دیتے رہیں۔'' (ترمذی شریف کتاب الزکوٰة رقم الحدیث ۶۱۷)

(۷) سیّدنا اَبومسعود اَنصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب (کسی ضرورت میں چندہ کے لیے) ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا کرتے تو ہم بازار میں جا کر پلہ ڈھوتے (بوجھ اُٹھانے کی مزدوری کرتے تھے) اور ایک مُد (تقریبًا سیر بھر غلہ یا کھجور) حاصل کر لیتے تھے (اور لا کر پیش کر دیا کرتے)۔ (بخاری شریف کتاب الزکوٰة رقم الحدیث ۱۴۱۶)

اگرچہ یہ عمل مدینہ میں ہوا کرتا تھا مگر اِس سے مکہ معظّمہ کی زندگی اور وہاں کے طرزِ تعاون پر بھی روشنی پڑتی ہے اِسی وجہ سے قرآنِ حکیم کی آیتیں سابقین اَوّلین کی ثنا خوان ہیں اور آنحضرت ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے کہ بعد کے حضرات اگرچہ اُحد کے برابر بھی خرچ کر دیں تو اُن سابقین کے ایک مُد کے مساوی نہیں ہو سکتا۔

عبادت اور پوجا کے دو سلسلے ہیں : ایک وہ جس کی بنیاد توحید ہے، دُوسرا وہ ہے جس کی بنیاد شرک ہے۔ اِسلام توحید کا حامی، داعی اور معلم ہے اور جن عبادتوں کی وہ تعلیم دیتا ہے اُن سب کی بنیاد توحید پر رکھتا ہے۔

اِسی طرح مالی نظام کے دو سلسلے ہیں : ایک وہ جس کی بنیاد دَاد و دَہش، جود و عطا اور اِنفاق (یعنی اپنے سرمایہ کو خرچ کرنے) پر ہے، دُوسرا وہ جس کی بنیاد اَخذ و ستد[۱]، وصول کرنے، دولت سمیٹنے، اِستحصال اور زیادہ ستانی[۲] پر ہے۔

اِسلام جس طرح توحید کا حامی، داعی اور مبلغ ہے اِسی طرح وہ اُس مالی نظام کا حامی ہے جس کی بنیاد دَاد و دَہش، اِستغناء، سیر چشمی اور فائدہ رسانی پر ہو۔

وہ مالی نظام کے مذکورہ بالا دُوسرے سلسلہ کا اُتنا ہی مخالف ہے اور اِسی طرح اُس کی جڑیں اُکھاڑتا ہے جیسے وہ شرک، کفر، اِلحاد اور بے دینی کا مخالف ہے اور اِن کے مقابلے کے لیے اپنے تمام

---

۱ لین دین ۲ زیادہ طلبی

ذرائع صرف کرتا ہے۔

نبوت کے اِبتدائی دور میں جب تفصیلی اَحکام کی تلقین نہیں ہورہی تھی اُن کے صرف اِشارات دیے جارہے تھے، اِن دونوں بنیادوں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے سورۂ رُوم میں اِسلام کی پالیسی کا اِظہار جن الفاظ میں کردیا گیا تھا اُن کا ترجمہ یہ ہے :

''اَدا کر قرابت دار کو اُس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو (ملکی ہو یا غیر ملکی کوئی تفریق نہیں ہے) یہ بہتر ہے اُن کے لیے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں ایسے ہی لوگ ہیں فلاح پانے والے (کامیاب) اور وہ جو تم سود دو تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھوتی (اِضافہ) ہو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتا، (اَلبتہ) جو زکوة اَدا کرو جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو تو یہ (زکوة اَدا کرنے والے) ہی ہیں وہ اِضافہ کرنے والے (بڑھانے والے)۔'' (آیت : ۳۸، ۳۹)

مدینہ طیبہ میں جب تفصیلات بتائی گئیں تو اِن دونوں سلسلوں کا مقابلہ نمایاں کردیا گیا اور ہر ایک کی تاثیر کی طرف بھی اِشارہ کردیا گیا، ایک سلسلہ یہ ہے :

(۱) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں، رات اور دِن پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر تو یقینًا اُن کے پروردگار کے یہاں اُن کا اَجر ہے، نہ اُن کو (عذاب کا) ڈر ہوگا اور نہ (نامرادی کی) غمگینی۔ (سورۂ بقرہ : ۲۷۴)

(۲) جو لوگ اللہ پر اِیمان رکھتے ہیں اور اُن کے کام بھی اچھے ہیں نیز تمام آداب کا لحاظ کرتے ہوئے نماز اَدا کرتے ہیں اور زکوة اَدا کرتے ہیں بلا شبہ اُن کے پروردگار کی بارگاہ میں اُن کا اَجر ہے اور نہ اُن کو کسی طرح کا ڈر ہوسکتا ہے، نہ کسی طرح کی غمگینی۔ (سورۂ بقرہ : ۲۷۷)

(۳) سورۂ رُوم کی مذکورہ بالا آیت میں جو فرمایا گیا تھا کہ زکوة اَدا کرنے والے ہی اِضافہ کرنے والے ہیں تو اِس اِضافہ اور بڑھوتی کی شکل بھی بیان کردی گئی کہ اِس کی مثال ایسی ہے جیسے بیج کا دانہ جب بویا گیا تو صرف ایک دانہ تھا پھر ایک دانے سے سات بالیں پیدا ہوگئیں اور ہر دانے میں سو

دانے نکل آئے ، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اِس سے بھی دُگنا کر دیتا ہے ۔ (سورۂ بقرہ : ۲۶۱)

دُوسرا سلسلہ یہ ہے :

(۱) جولوگ کھاتے ہیں سود ، تو نہ اُٹھیں گے مگر جس طرح اُٹھتا ہے وہ جس کے حواس کھو دیے جن نے لپٹ کر (یعنی جیسے کوئی آسیب زدہ ہو یا مرگی کا مریض) ۔ (سورۂ بقرہ : ۲۷۵)

(۲) اے ایمان والو ! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ و جو رہ گیا سود (جو حرمتِ سود سے پہلے لازم ہو چکا تھا) اگر تم فی الحقیقت خدا پر اِیمان رکھتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ اور اگر اِس باغیانہ روِش سے توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ اپنی اصلی رقم لے لو اور سود چھوڑ دو ، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے ۔ اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو چاہیے کہ اُسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے ۔'' [۱]

فیصلہ :

دارُالاسلام وہی ہے جہاں اِسلام کا قانون رائج ہو ، ایسی مملکت کی کوئی عدالت سود کی ڈگری نہیں دے سکتی ۔ اگر دارُالاسلام میں کسی نے سود لے لیا اور سود دینے والے نے عدالت میں دعوی دائر کیا تو اِسلامی عدالت سود کی رقم واپس کرا دے گی ۔

اِمام اَبوحنیفہ کا مسلک :

دارُالاسلام کا کوئی مسلمان کسی غیر اِسلامی مملکت میں پہنچا اور وہاں اُس نے وہاں کے رہنے والے کسی غیر مسلم سے سود لے لیا تو اِسلام جس اَخلاق کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ اُس کے لحاظ یہ بھی غیر مناسب ہے تاہم قانونی بات یہ ہے کہ اگر وہ غیر مسلم دارُالاسلام میں آ کر اِس سود لینے والے مسلمان پر دعوی کرے تو اِسلامی عدالت اِس سود کو واپس کر دینے کا فیصلہ نہیں کرے گی کیونکہ وہ ایسی مملکت کا معاملہ ہے جو اُس کے دائرہ اِقتدار سے خارج ہے جہاں اِسلامی قانون رائج نہیں ہے ۔

---

[۱] سورۂ بقرہ : ۲۷۸ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰

آج پوری دُنیا سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور بنک سسٹم پر ناز کر رہی ہے مگر کیا دُنیا کی تمام طاقتیں خصوصًا بڑی طاقتیں خود غرضی، سنگدلی اور حرص و طمع کے آسیب میں مبتلا نہیں ہیں ؟ اور کیا خوف و ہراس، بے اِطمینانی اور بے اِعتمادی کی وباء تمام دُنیا میں پھیلی ہوئی نہیں ہے ؟

خود غرضی اور سنگد لی سود کا جواز پیدا کرتی ہے اور جب سود ملتا ہے تو اِن خصلتوں میں اور اِضافہ ہو جاتا ہے اور جب یہ خصلتیں قوم کا مزاج بن جاتی ہیں تو وہ بحران رُونما ہوتا ہے جو آج دُنیا پر طاری ہے کہ زیادہ سے زیادہ مہلک آلات اِیجاد ہو رہے ہیں جو بڑی سے بڑی قوموں کو بدحواس کیے ہوئے ہیں، اِنتہا یہ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ آتش فشاں پر بیٹھا ہوا ہے۔

نوعِ اِنسانی کے لیے اِس سے زیادہ آسیب کیا ہو سکتا ہے اور کیا اِس مشاہدہ کے بعد بھی اِرشادِ ربانی کی تصدیق کے لیے کسی اور مشاہدہ کی ضرورت ہے۔

اللہ کے لیے قرض اور قومی قرضہ یا قرضۂ جنگ :

حکومتیں ترقیاتی منصوبوں اور دفاعی ضرورتوں کے لیے قوم سے قرض لیتی ہیں۔ کیا عجیب ہے قرض کی اِصطلاح اُنہوں نے قرآنِ حکیم سے سیکھی ہو، اگرچہ اِس اِصطلاح پر جس طرح عمل کیا جاتا ہے وہ منشاءِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے کیونکہ وہ قرض کے مقصد اور معنی کو مسخ کر دیتا ہے۔ قرآنِ پاک جس کو قرض کہتا ہے اُس کا اَثر یہ تو ہو سکتا ہے کہ دولتمند کی اُبھری ہوئی سطح پست ہو جائے کیونکہ اِس قرض میں کبھی دولت کا بھی مطالبہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اَفزود ہے سب خرچ کرو۔ (سورۂ بقرہ : ۲۱۹)

لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ غریب کی غربت بڑھ جائے اور پسماندہ طبقہ اور پست ہو جائے، اِن کے برعکس رائج الوقت سرکاری قرضوں کا اَثر یہ ہوتا ہے کہ اَمیر زیادہ اَمیر اور غریب زیادہ غریب ہو جاتا ہے، اور اَمیری اور غریبی کے درمیان کا فاصلہ اگر پہلے دس گز تھا تو اَب پندرہ گز ہو جاتا ہے کیونکہ حکومت کا قرض سود سے خالی نہیں ہوتا، یہ سود مختلف قسم کے ٹیکس لگا کر عوام سے وصول کیا جاتا ہے اور قرض دینے والوں کو اَدا کیا جاتا ہے، غریب جو ٹیکس اَدا کرتا ہے اُس کے عوض میں اُس کو کچھ نہیں ملتا

لیکن دولتمند کے ٹیکس کی تلافی اُس سود سے ہو جاتی ہے جو اُس کے دیے ہوئے روپیہ پر ملتا ہے جس کی وجہ سے اُس کی دولت صرف محفوظ ہی نہیں رہتی بلکہ کچھ لے کر صحیح سالم واپس ہوتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اَمیر زیادہ اَمیر اور غریب زیادہ غریب ہو جاتا ہے، یہی سود کی خاصیت ہے کہ اَمیر کو زیادہ اَمیر کر دیتا ہے اور غریب کو پیس ڈالتا ہے۔

آمدنی کے عام مدات یعنی زکوۃ، عشر و خراج وغیرہ سے (جن کی تفصیل آئندہ آئے گی) جب قومی اور مُلکی ضرورتیں پوری نہ ہوں تب رب العالمین قرض کی اپیل کرتا ہے لیکن اِس وعدہ کے ساتھ کہ اِس کا منافع اللہ تعالیٰ اَدا کرے گا عوام سے کچھ نہیں لیا جائے گا، عوام کو فائدہ پہنچانے کے لیے قرض لیا جا رہا ہے، نہ اِن پر بار ڈالنے کے لیے۔ سورۂ بقرہ میں ہے : اللہ کی راہ میں لڑائی پیش آجائے تو (موت سے نڈر ہو کر) جنگ کرو، اللہ تعالیٰ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ : ۲۴۴)

اپیل ! کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے کہ اللہ تعالیٰ بڑھا دے اُس کے قرض کو اُس کے لیے کئی گنا۔ (سورہ بقرہ : ۲۴۵)

صاحبِ دولت کی دولت (خدا کے نام پر) خزانہ سے نکل کر گردش کرے گی تو ظاہر ہے دولتمند کو اُس دولت میں سے دُنیا میں کچھ نہیں ملے گا اَلبتہ اِس گردش سے عوام کو فائدہ پہنچے گا اُن کی اِقتصادی سطح کچھ بلند ہو جائے گی اور اِس طرح اَمیری اور غریبی کی درمیانی مسافت اِعتدال پر آجائے گی۔

جنگ اور دفاع کے علاوہ دُوسری قومی ضرورتوں کے لیے بھی یہ قرض لیا جائے گا۔ (مثال کے لیے ذیل کا واقعہ مطالعہ فرمائیے)

آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے قبیلہ مضر کا ایک گروہ پہنچا، (شکستہ حال) برہنہ پا، برہنہ بدن، کچھ کمبل لپیٹے ہوئے، کچھ عبا پہنے ہوئے، کمروں میں رسیاں بندھی ہوئیں جن سے کمبل کے کنارے یا عبا کے دامن تھمے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا، آپ اَندر تشریف لے گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اَذان پڑھیں اَوّل جماعت ہوئی پھر آپ نے خطبہ دیا پھر سورۂ نساء کی ایک آیت پڑھی جو اِس سورۃ کی پہلی آیت ہے۔

''اے لوگو ! ڈرو اُس خدا سے جس نے تم کو ایک اِنسان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، اُس جانِ واحد سے اُس کا جوڑا بنایا پھر اِن دو سے بے شمار مرد اور عورتیں پھیلا دیں، (پس دیکھو) اللہ سے ڈرو جس کے نام پر آپس میں ایک دُوسرے سے (محبت اور حسنِ معاملہ کا) مطالبہ کیا کرتے ہو، نیز رشتہ داری اور قرابت کے معاملہ میں تقویٰ سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ (تمہارے اَعمال کا) نگران حال ہے۔''

پھر سورۂ حشر کے آخری رکوع کی اِبتدائی آیتیں پڑھیں :

''اے اِیمان والو ! ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر شخص کہ اُس نے کیا بھیجا کل کے واسطے۔'' (سورۂ حشر : ۱۸)

پھر آپ نے فرمایا : '' دینار، درہم، کپڑا، صاع بھر گیہوں، صاع بھر کھجور جس کے پاس جو ہو صدقہ کردے۔ (راہِ خدا میں دے دے) کچھ نہ ہو، کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔''

حاضرین نے اِرشادِ گرامی سنا اور جو کچھ کسی کے پاس تھا لانا شروع کر دیا۔ (سب سے پہلے ایک اَنصاری ایک بوری لے آیا جو اِتنی وزنی تھی کہ وہ اُس کے اُٹھانے سے عاجز ہوئے جا رہے تھے پھر نمبر لگ گیا یہاں تک کہ غلہ اور کپڑوں کے دو ڈھیر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمکنے لگا۔) (مسلم شریف ، الحث علی الصدقة ج ۱ ص ۳۲۷)

اِسی جیسے موقع پر آپ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا : اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ آگ سے بچو، اگر کچھ نہ ہو کھجور کا ایک ریزہ ہی دے کر۔ (مسلم شریف ۱/ ۳۲۷ ۔ بخاری شریف رقم الحدیث ۱۴۱۷، وغیرہ)

یعنی ایسے موقع پر جبکہ فاقہ کی حالت سامنے ہو جو کچھ ممکن ہو اُس کا خرچ کر ڈالنا واجب ہے اگر خرچ نہ کیا تو عنداللہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ قرآنِ حکیم ایسے صَرف کو اللہ تعالیٰ کے ذمہ قرض تسلیم کرتا ہے۔ اِس قرض سے عوام کی ضرورت پوری ہو رہی ہے اُن کی سطح بلند ہو رہی ہے اور اہلِ ثروت کا اَخلاقی فرض اَدا ہو رہا ہے، خود غرضی اور سنگدلی کے بجائے آپس میں محبت، ہمدردی اور اِحترام کے جذبات بڑھ رہے ہیں، یہ نعمتِ کبریٰ ہے جس کی رہنمائی قرآنِ حکیم کر رہا ہے۔

مِلکیت کی حقیقت اور حقیقی مالک

مِلکیت :

مسئلہ ملکیت اُن ذہنوں میں اُلجھا ہوا ہے جو خدا شناسی کی روشنی سے محروم ہیں، جو صاحبِ عقل وبصیرت خدا پر اِعتقاد رکھتے ہیں جن کو یقین ہے کہ پوری کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ مالک وہی ہے جو خالق ہے جو رب ہے جو پروردگار ہے۔

اگر شیئر ہولڈروں اور کمپنی کے حصہ داروں کو اِس لیے مالک مانا جاتا ہے کہ اُنہوں نے رقم لگائی ہے میٹریل فراہم کیا مزدُوروں کی مزدُوری اَدا کی یا مزدُوروں کی ملکیت کا دعوی اِس لیے کیا جاتا ہے کہ محنت پیداوار کی اصل ہے، اُنہوں نے محنت کر کے جو مال تیار کیا تو جو مال تیار کرنے والا ہے وہی مالک ہونا چاہیے تو اِن دلائل کی بنیاد پر حقیقی مالک اُس کو کیوں نہیں مانا جائے گا جس نے مال تیار کرنے والے کو تیار کیا، جس نے میٹریل پیدا کیا جو سرمایہ دار اور مزدُور دونوں کا خالق ہے، جس نے سرمایہ دار کو سرمایہ بخشا تو مزدُور کو وہ قوت عطا کی جس سے وہ مزدوری کرتا ہے اُس کے ہاتھ پیر اور وہ تمام اَعضاء بنائے جن سے وہ کام لیتا ہے۔

توحید :

توحید یہ ہے کہ جس طرح پوری کائنات اور کائنات کی ہر شے کا خالق خدا کو مانا جائے، ایسے ہی ہر شے کا مالک بھی اُسی کو مانا جائے، یہ صرف اُسی کی عطا ہے کہ اُس نے ہمیں نیست سے ہست کیا یعنی نیست کو جامۂ وجود پہنایا، یہ صرف اُسی کا کرم ہے کہ کائنات کی ہستیاں ہمارے لیے مخصوص کردیں ہمیں اُن پر اِقتدار بخشا اور اُن کے اِستعمال کا حق عطا فرمایا۔ قرآنِ پاک اِسی فلسفہ کو ذہنوں میں پیوست کرتا ہے اور صاحبِ اِیمان کا ذہن اِسی فلسفہ کو حق سمجھتا ہے، اِن حقائق کا کون اِنکار کرسکتا ہے جن کی طرف قرآنِ پاک نے تقریبًا ڈیڑھ سو آیتیں میں اِرشاد فرمایا ہے جن میں سے چند یہ ہیں :

﴿ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ ﴾ اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ (سورۂ زمر : ۶۲)

﴿ خَلَقَ کُلَّ شَیْئٍ ﴾ ہر چیز کو پیدا کیا (سورۂ اَنعام : ۱۰۱)

﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ ﴾ کیا کوئی پیدا کرنے والا ہے اللہ کے سوا ؟(سورۂ فاطر : ۳)

﴿ فَاَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ پس مجھے دِکھاؤ وہ کیا ہے جس کو اللہ کے علاوہ دُوسروں نے پیدا کیا۔(سورۂ لقمان : ۱۱)

﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ اللہ نے بنایا تم کو اور اُن چیزوں کو جن کو تم بناتے ہو۔ (سورۃ الصافات : ۹۶)

جب وہ اِنسان کا خالق اُس کی معمولات و مصنوعات کا خالق، اِنسان کے علاوہ کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے تو لامحالہ ہر چیز کا مالک بھی ہے، جو چیز بھی ہے وہ اُسی کی ہے اور صرف اُسی کی ہے۔

﴿ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ﴾ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔(سورۂ بقرہ : ۲۸۴)

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) عبید اللہ بن المسعود الحنفی اَلمتوفّٰی ۷۴۵ھ/ ۱۳۴۴ء صاحبِ شرح الوقایہ عرف ''صدرالشریعۃ الثانی'' نے (مِلک کی) یہ تعریف کی :

هُوَ اِتِّصَالٌ شَرْعِیٌّ بَيْنَ الْاِنْسَانِ وَبَيْنَ شَیْءٍ يَكُوْنُ مُطْلِقًا لِتَصَرُّفِهٖ فِيْهِ وَ حَاجِزًا عَنْ تَصَرُّفِ الْغَيْرِ فِيْهِ. (شرح الو قایہ)

''مِلک اِنسان اور کسی چیز کے درمیان شریعت کا تجویز کردہ ایسا تعلق ہے جو اُس شخص کے لیے جائز قرار دیتا ہے کہ وہ اُس شے میں تصرف کرے اور دُوسرے کے تصرف کو روکتا ہے۔''

شارحِ ہدایہ، علامہ کمال بن الہمام متوفّٰی ۸۶۱ھ/ ۱۴۵۷ء کی تعبیر یہ ہے :

﴿ اَلْمِلْكُ قُدْرَةٌ يُثْبِتُهَا الشَّارِعُ اِبْتِدَاءً عَلَى التَّصَرُّفِ اِلَّا لِمَانِعٍ .

(بحواله الاشباه و النظائر ص ۵۳۱ القول فی الملك الفن الثالث)

''مِلک، تصرف کرنے کی وہ قدرت ہے جو شریعت نے بلا واسطہ ثابت کی ہو بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔''

یعنی ایسی قدرت کہ اگر کوئی شرعی (قانونی) رُکاوٹ نہ ہو تو ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ تصرف کی طاقت وکیل کو بھی ہوتی ہے مگر بلا واسطہ نہیں ہوتی بلکہ مؤکل کی عطا کردہ ہوتی ہے لہٰذا وکیل کو مالک نہیں کہا جائے گا۔

ایک دیوالیہ جس کو عدالت نے نوٹس دے دیا کہ وہ کوئی چیز بیچ نہیں سکتا وہ اگرچہ تصرف نہیں کر سکتا مگر اپنے اَثاثہ کا مالک ہے۔

ہندوستان کے مشہور مایہ ناز فیلسوفِ اِسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی المتوفٰی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء کے الفاظ نہایت مختصر اور واضح ہیں وہ فرماتے ہیں :

مَعْنَى الْمِلْكِ فِيْ حَقِّ الْاٰدَمِيِّ كَوْنُهٗ اَحَقَّ بِالْاِنْتِفَاعِ مِنْ غَيْرِهٖ.[1]

''آدمی کے حق میں مِلک کے معنی یہ ہیں کہ دُوسرے کے مقابلہ میں اُس کو نفع اُٹھانے کا حق زیادہ ہے۔''

بہر حال جبکہ ملکیتِ انسان کی حقیقت صرف یہ نکلی کہ اُس نے ایسا قابو پالیا یا اُس کو ایسی قدرت میسر آگئی جس سے اُس کو نفع حاصل کرنے کا حق ہو گیا تو اِیمانداری یہ ہے کہ اِس مقبوضہ کو اِنسان اَمانت یا عاریت سمجھے، اِس کے اصل مالک کو پہچانے اور اپنے تصرف اور اِنتفاع کو مالکِ حقیقی کی ہدایات کے ماتحت رکھے جن حقیقت شناس خدا رسیدہ بزرگوں نے قرآن اور مذہب کی روشنی میں اِسلام واَحکامِ اِسلام کے فلسفہ کو سمجھا پھر اُس کو فارسی زبان کے شیشہ میں ڈھالا، اُن میں سے ایک کا شعر ہے :

در حقیقت مالکِ ہر شے خدا اَست
اِیں اَمانت چند روزہ نزدِ ما اَست

یہ شعر مسلمانوں کے عقیدہ کے عین مطابق ہے اِس لیے ہر باذوق مسلمان کی زبان پر ہوتا ہے اور جب وہ اپنی اور اِن چیزوں کی حقیقت پر غور کرتا ہے جن کو وہ اپنی سمجھتا ہے تو خاص جذبہ اور کیف کے ساتھ اِس شعر کو گنگناتا رہتا ہے۔ (جاری ہے)

[1] حُجة اللّٰه البالغة ج ۲ ص ۹۶

قسط : ۲۵

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اُنیسواں سبق : دُرود شریف

دُرود شریف بھی دراصل ایک دُعا ہے جو ہم بندے رسول اللہ ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں، یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ اِحسان ہم پر رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے آپ نے سخت سے سخت مصیبتیں اُٹھا کر اللہ کی ہدایت ہم بندوں تک پہنچائی، اگر آپ اللہ کے راستے میں یہ تکلیفیں نہ اُٹھاتے تو دین کی روشنی ہم تک نہ پہنچ سکتی اور ہم کفر اور شرک کے اَندھیرے میں پڑے رہ جاتے اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جاتے۔ اَلغرض دین اور اِیمان کی دولت چونکہ اِس دُنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے طفیل ملی ہے اِس لیے اللہ تعالیٰ کے بعد حضور ﷺ ہی ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں ہم آپ کے اِحسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے، بس زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے دُعا کریں اور اِس طرح اپنی نیازمندی اور شکرگزاری کا ثبوت دیں۔

ہماری طرف سے حضور ﷺ کی شان کے لائق دُعا یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازے اور آپ کے درجے زیادہ سے زیادہ بلند کرے، بس اِسی قسم کی دُعا کو ''دُرود'' کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بڑی صراحت کے ساتھ اور بڑے عجیب اَنداز میں ہمیں اِس کا حکم دیا گیا ہے اِرشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (سُورۃ الاحزاب : ۵۶)

''اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر، اے اِیمان والو ! تم بھی اُن پر دُرود بھیجو اور سلام عرض کرو۔''

اِس آیت میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کا خود اِعزاز و اِکرام کرتا ہے اور اُن پر رحمت وشفقت فرماتا ہے اور اُس کے فرشتوں کا بھی برتاؤ آپ کے ساتھ یہی ہے کہ وہ آپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی درخواست کرتے رہتے ہیں اِس کے بعد ہم اِیمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمتیں نازل کرنے کی اِستدعا کرو اور اُن پر سلام بھیجو، گویا حکم دینے سے پہلے ہی ہمیں بتلایا گیا ہے کہ جس کام کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو خصوصیت سے محبوب ہے اور فرشتوں کا خاص مشغلہ ہے، یہ معلوم ہونے کے بعد کون مسلمان ہوگا جو اِس کو اپنا وظیفہ نہ بنائے۔

دُرود شریف کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں جن میں سے دو چار یہاں بھی درج کی جاتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی بہت مشہور حدیث ہے آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اُس پر دس دفعہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔''

ایک اور روایت میں اِس کے ساتھ یہ بھی ہے :

''اُس کی دس خطائیں بھی معاف کی جاتی ہیں اور دس درجے بھی بلند کر دیے جاتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''اللہ کے بہت سے فرشتے ہیں جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو اُمتی مجھ پر صلوۃ وسلام بھیجے وہ اُس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

سبحان اللہ ! کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ حضور کو پہنچتا ہے اور اِس بہانے ہمارا ذکر وہاں ہو جاتا ہے۔ کیا نصیب ! اللہ اکبر ! لُوٹنے کی جائے ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب آدمی وہ ہوگا جو مجھ پر دُرود زیادہ بھیجتا ہوگا۔''

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ اُس وقت بھی مجھ پر دُرود نہ بھیجے۔''

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :

''اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ ذلیل ہو) جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے۔''

بہرحال رسول اللہ ﷺ پر دُرود و سلام بھیجنا ہم پر حضور ﷺ کا بہت بڑا حق ہے اور ہماری اعلیٰ درجے کی سعادت اور نیک بختی ہے اور دُنیا و آخرت میں ہمارے لیے بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہے۔

دُرود شریف کے الفاظ :

بعض صحابہؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا کہ ہم آپ پر دُرود کس طرح بھیجیں ؟ تو حضور ﷺ نے اُن کو ''دُرود اِبراہیمی'' تعلیم فرمایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اِسی کے قریب قریب اور اِس سے کچھ مختصر ایک اور دُرود شریف بھی حضور ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے اُس کے الفاظ حدیث میں یہ ہیں :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

''اے میرے اللہ ! نبی اُمی حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی اَزواجِ مطہرات اُمہات المومنین اور آپ کی نسل اور آپ کے گھر والوں پر رحمتیں نازل کر جیسے تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت اِبراہیم کے گھرانے پر، تو لائق حمد ہے صاحبِ مجد ہے۔''

(باقی صفحہ ۶۴)

قسط : ۲۵

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت ذوالقرنینؒ کا قصہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ قَالُوْا یٰذَ الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ○ قَالَ مَامَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ○ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا○ فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا﴾ (سورۃ الکہف ۹۴ تا ۹۸)

''بولے اے ذوالقرنین ! یہ یاجوج و ماجوج فساد مچاتے ہیں ملک میں، سو تو کہے تو ہم مقرر کردیں تیرے واسطے کچھ محصول اِس شرط پر کہ بنادے تو ہم میں اور اُن میں ایک آڑ۔ بولا جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے۔ سو مدد کرو میری محنت میں، بنادُوں تمہارے اور اُن کے بیچ ایک دیوار موٹی، لادو مجھ کو تختے لوہے کے، یہاں تک کہ جب برابر کردیا دونوں پھانکوں تک پہاڑ کی، کہا دھونکو ! یہاں تک کہ جب کردیا اُس کو آگ، کہا : لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں اِس پر پگھلا ہوا تانبا، پھر نہ چڑھ سکیں اِس پر اور نہ کرسکیں اِس میں سوراخ۔ بولا یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی پھر جب آئے وعدہ میرے رب کا، گرادے اِس کو ڈھا کر، اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا۔''

حضرت ذوالقرنینؒ اللہ تعالیٰ کے نیک، متقی اور پرہیزگار بندے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں قوت اور اَسبابِ سلطنت عطا کیے تھے، اِس بنا پر آپ عدل و اِنصاف کے ساتھ لوگوں کے فیصلے فرماتے تھے آپ مظلوم کی مدد کرتے، ظالم اور دُوسروں پر ناحق زیادتی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرتے اور مشرق و مغرب میں دین کی نشرو اِشاعت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جن پر قوم یاجوج و ماجوج کے حملے وقتاً فوقتاً جاری تھے جب وہ حملے کرتے تو جو مال ملتا غصب کر لیتے، جو چیز ملتی اُچک لیتے اور جانوروں اور کھیتوں کو تباہ و برباد کر دیتے، یاجوج و ماجوج کی زیادتیاں مسلسل جاری تھیں اور وہ لوگ اپنا دفاع کرنے سے قاصر تھے، جب اُنہوں نے حضرت ذوالقرنینؒ کو دیکھا تو آپ سے یاجوج و ماجوج سے پہنچنے والی تکالیف سے چھٹکارا پانے کے لیے مدد کی درخواست کی اور مال و متاع کی پیش کش کی، کہنے لگے :

﴿ یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۹۴)

''اے ذوالقرنین ! یہ یاجوج و ماجوج فساد مچاتے ہیں ملک میں، سو تو کہے تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ محصول اِس شرط پر کہ بنا دے تو ہم میں اور اُن میں ایک آڑ۔''

حضرت ذوالقرنین اُن کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اُن سے کسی قسم کا مال و زر لینے سے اِنکار کر دیا تاکہ اُن کا یہ عمل خالص اللہ کی رضا کا سبب بن جائے، آپ نے اُن سے فرمایا۔

﴿ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۹۵)

''جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے، سو مدد کرو میری محنت میں، بنا دُوں تمہارے اور اُن کے بیچ ایک دیوار موٹی۔''

آپ نے صرف اُن سے اَفرادی قوت یعنی کام کرنے کے لیے مزدُوروں کا مطالبہ کیا، آپ نے پورے علاقے کا اچھی طرح معائنہ کیا اور اُس جگہ کو دیکھا جہاں سے یاجوج وماجوج داخل ہو کر حملہ آور ہوتے اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتے تھے، بستی کے چاروں طرف بلند پہاڑ تھے جو پوری بستی کے گرد ایک آڑ کا کام کر رہے تھے جن پر چڑھ کر اُنہیں عبور کرنا یاجوج وماجوج کے بس سے باہر تھا، اِن دو پہاڑوں کے درمیان موجود گھاٹی سے وہ حملہ کرتے تھے، آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان خالی جگہ میں آڑ اور بندش بنانے کا فیصلہ کیا، آپ نے اُن لوگوں سے کہا کہ آگ جلاؤ اور اُس میں لوہے کو پگھلاؤ تاکہ خوب سخت اور مضبوط آڑ تیار ہوجائے پھر اُس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا، آڑ قائم ہوجانے کے بعد اپنی پرانی عادت کے موافق یاجوج وماجوج جب حملہ آور ہوئے تو اُنہیں اپنے سامنے رُکاوٹ نظر آئی اُنہوں نے چاہا کہ اِس آڑ کو کاٹ ڈالیں یا اِس کے اُوپر چڑھ جائیں اور اِس رُکاوٹ کو عبور کرلیں مگر اُن کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور وہ نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے، وہ لوگ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بے خوف وخطر اپنی زندگی بسر کرنے لگے، حضرت ذوالقرنین نے اُن سے فرمایا :

﴿ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّىْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴾
(سُورۃ الکھف : ۹۸)

''یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی پھر جب آئے وعدہ میرے رب کا، گرادے اِس کو ڈھا کر، اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا۔''

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر
اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی دینی حمیت

اور

موجودہ دور میں اِس کی ضرورت واہمیت

﴿ حضرت مولانا محمد اَبو بکر صاحب پورنوی قاسمی، اِنڈیا ﴾

سورۂ فتح کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعارف کراتے ہوئے سب سے پہلے اُن کی جس صفت کا تذکرہ کیا ہے وہ ہے اُن کی دینی حمیت اور اِسلامی غیرت ﴿وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ﴾ اور محمد ﷺ کے صحابہ کفار کے تئیں بڑے سخت ہیں یعنی دین واِیمان کے خلاف اُٹھنے والے طوفانوں اور اُس پر حملہ اور فتنوں کے مقابلے میں آہن وفولاد بن کر کھڑے ہونے کا حوصلہ اور اُس کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دینے حتی کہ اپنی جان تک قربان کردینے کا جذبہ رکھتے ہیں، اُن کا ہر عمل بلکہ زندگی کا ہر لمحہ حتی کہ آخری سانس سب کچھ خدا اور اُس کے دین کی خاطر نچھاور تھا۔

﴿اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (سُورۃ الانعام : ۱۶۳)

''میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔''

اِسی مفہوم کو علامہ اِقبال مرحوم نے اِن الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اِسی لیے مسلماں میں اِسی لیے نمازی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اِیمانی حمیت کا اَندازہ سینکڑوں آیات واَحادیث کے ساتھ ساتھ حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اِس تاریخی جملے سے بھی ہوتا ہے جواُنہوں نے ''اِدارۂ خلافت'' کو زکوۃ دینے سے اِنکار کرنے والوں کے خلاف جہاد کرنے کے حوالے سے اِرشاد فرمایا تھا :

'' اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ '' [1]

''یعنی میرے جیتے جی دین کے اَندر نقص اور کمی آجائے، یہ ممکن نہیں۔''

حضرت صدیق اکبرؓ سے حضرت نانوتویؒ کا نسبی اور رُوحانی رشتہ :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حمیتِ اِیمانی کا حصہ ہر دور میں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو نصیب ہوتا رہا اور وہ بہت کٹھن مرحلوں میں بھی جان کی بازی لگا کر حفاظتِ دین، اِشاعتِ دین اور اِقامتِ دین کے فرائض اَنجام دیتے رہے، اُن ہی جانبازوں میں ایک بڑا نام حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جن کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اُن کو نسبی اور رُوحانی دونوں رشتوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حمیتِ دینی سے وافر حصہ ملا ہوا تھا جو اُنہیں ہمیشہ بے تاب و مضطرب رکھتا تھا اور اُن کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا جس کی گواہی اُن کی زندگی کا ہر ورق دیتا ہے۔

چنانچہ یہی وہ حمیتِ اِیمانی تھی جس نے اُنہیں باپ کا اکلوتا بیٹا ہونے کے باوجود ظالم انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے اُبھارا اور جن حضرات نے اَسباب کی کمی یا اَمیر نہ ہونے کا حوالہ دے کر جنگ نہ کرنے کی رائے ظاہر کی اُن کو جنگِ بدر میں قلت اَسباب کی یاد دہانی کرائی اور حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کر کے مطمئن کیا اور بالآخر شاملی کے میدانِ

---

[1] جامع الاصول فی احادیث الرسول، مصنف ابو السعادات ابن الاثیر، طبع اَوّل، مکتبہ دار البیان رقم ۶۴۲۶ باب ابو بکر صدیق ج ۸ ص ۶۰۱.

کارزار میں ہمت و جوانمردی کے وہ کارہائے نمایاں اَنجام دیے جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

پھر یہی غیرتِ اِسلامی کبھی اُنہیں چاندا پور ضلع شاہجہاں پور کے ''میلہ خدا شناسی'' میں لے جاتی ہے اور بزمِ مباحثہ میں تمام مذاہب کے ماننے والوں کے سامنے اِسلام کی حقانیت اور اُس کی برتری ثابت کرواتی ہے تو کبھی ضعف و کمزوری اور علالت و نقاہت کے باوجود رڑکی اور میرٹھ کا سفر کرنے پر مجبور کرتی ہے اور آریہ سماجیوں کے تیز و تند اِعتراضات کے دنداں شکن جوابات دلوا کر اِسلام کے حوالے سے شکوک وشبہات کا قلع قمع کروادیتی ہے۔

نیز اِسی اِیمانی حمیت کی بنا پر حضرت نانوتویؒ نے اِصلاحِ معاشرہ کی کوششوں کے تحت نکاحِ بیوگان کا اِحیاء کیا، لڑکیوں کے حق وراثت کی لڑائی لڑی اور شیعیت کے زیر اَثر ماتم و تعزیہ داری کی جڑ پکڑی ہوئی رسموں کو اُکھاڑ پھینکا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اِنتہائی نامساعد حالات اور بے سروسامانی کے عالَم میں اِسلام کی حفاظت و بقاء کے لیے دارُالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈال کر مدارسِ اِسلامیہ کی تحریک شروع کی۔

حمیتِ دینی کی بناء پر آپ کے اپنی جان تک قربان کردینے اور سر کی بازی لگادینے کے جذبے کا پتہ شاملی کے میدانِ کارزار کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی ہوتا ہے جس کے راوی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

> ''محل کی مسجد'' جس میں آج کل مولانا حسین اَحمد صدر دارُالعلوم دیوبند پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں، یہی مسجد دیوان جی (حاجی محمد یٰسین) کے محلّہ کی مسجد تھی، تعزیہ اِس مسجد میں بھی رکھا جاتا تھا اور محرم میں اِسی مسجد سے وہ تعزیہ اُٹھتا تھا اُٹھانے والے سنی ہوتے تھے کچھ شیعہ گھرانے بھی اِس جگہ تھے، دیوان جی نے سب سے پہلے اپنے محلّہ کی اِسی مسجد کو تعزیہ کے قصہ سے پاک کرنے کا اِرادہ کیا اور

اعلان کر دیا کہ اِس سال اِس مسجد سے تعزیہ نہیں اُٹھے گا، یہ کوئی معمولی اعلان نہ تھا، دیو بند کی شیعہ آبادی ہی نہیں بلکہ تعزیہ پرست سُنیوں میں بھی اِس اعلان سے کھلبلی مچ گئی اور اِس محلّہ کے شیوخ بگڑ گئے اور کہا کہ سر قلم ہو جائیں گے مگر تعزیہ اُٹھے گا۔ یہ سن کر دیوان جی کی زبان سے بھی بے ساختہ یہ فقرہ نکلا کہ اگر گزرا تو میری لاش پر سے گزرے گا، پھر بتدریج محلّہ سے آگے بڑھ کر فتنہ کی آگ سارے قصبے میں پھیل گئی اور شیوخ کی برادری دیوان جی کے خلاف متحد ہو گئی۔

حضرت (نانوتویؒ) کے علم میں جب یہ آیا اور معلوم ہوا کہ موقع پر شہر میں عظیم ترین ہنگامہ بپا ہونے کا خطرہ ہے تو ایک دِن جب دیوان جی حضرت والا کی مجلس مبارک میں حاضر تھے اور اِسی مجلس میں شہر کے اَکابر شیوخ اور دُوسری برداریوں کے بڑے موجود تھے، سیّدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوان جی کو مخاطب بنا کر فرمانے لگے کہ :

''بندۂ خدا اگر ایسا ہی کرنا تھا تو کم اَزکم مجھ سے ذکر تو کر لیا ہوتا۔''

یہ بات تو دیوان جی سے کہی گئی اور اِس کے بعد اُسی بھری مجلس میں حضرت والا کی طرف سے بھی عام اعلان فرما دیا گیا کہ :

''لیکن خیر اَب ایسا کہہ دیا گیا ہے تو دُوسرا سر قاسم کا لگا ہوا ہے۔''

مطلب یہ تھا کہ اپنی لاش پر دیوان جی نے اعلان کیا تھا کہ تعزیہ گزرے گا، اُسی لاش کے ساتھ دُوسری لاش جسے تعزیہ لے جانے والے اپنے قدموں کے نیچے پائیں گے وہ محمد قاسم کی لاش ہوگی۔''[1]

---

[1] سوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۴ تا ۷۶

صفتِ صدیقی " اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ " کی زندہ مثال :

اِس واقعہ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے تاریخی جملے اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ کی ہلکی سی جھلک محسوس کرنے والوں کو محسوس ہوسکتی ہے اور صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ اُن کی زندگی کا اصل مقصد ہی دین کی حفاظت و اِقامت اور اُس کا اِحیاء و دفاع تھا اِسی لیے اُنہوں نے کوئی تقریر و تحریر یا تحقیق برائے تحقیق پیش نہیں کی بلکہ ہر قدم تحفظِ دین اور اِسلامی تہذیب کی اِقامت و اِشاعت کے لیے اُٹھایا، زبان و قلم کا سہارا لیا ہو یا عملی جدو جہد اور اِصلاحی کوششیں سب کا محور وہی ایک تھا، یہی وجہ ہے کہ اُن کی زیادہ تر تالیف اِسلام کے عقائدِ حقہ کی ترجمانی اور اہلِ باطل کی نفی و تردید پر مشتمل ہیں۔

عاجز راقم نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اِیمانی حمیت کا اِجمالاً تذکرہ کرنے کے لیے جن واقعات کی طرف محض اِشارہ کیا ہے اُن واقعات کی تفصیل اور اُن کے پس منظر کو دیکھ کر ہی حضرتؒ کی حمیتِ دینی کا حقیقی اَندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کن ناگفتہ بہ اور سنگین حالات میں ملتِ اِسلامیہ اور علوم اِسلامی کی پاسبانی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اِسلامی فکر، اِسلامی تہذیب اور اِسلامی تشخص پر اَنگریزی حکومت، اُس کے نظامِ تعلیم اور اُس کے زیر اَثر پادریوں نیز آریہ سماجیوں کی طرف سے ہونے والے چوطرفہ منصوبہ بند حملوں کے مقابلے کے لیے کس طرح مردِ آہن بن کر ہر میدان میں ڈٹے رہے اور باطل کے ناپاک اِرادوں اور سازشوں کو کس عزم و حوصلے، ہمت و جرأت اور حکمت و بصیرت کے ساتھ ناکام کرنے میں کامیاب ہوئے، اِن نامساعد حالات کی پوری تفصیل اِس مختصر سے مضمون میں مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

دورِ حضرت نانوتویؒ کے تین دفاعی محاذ :

بس خلاصہ کے طور پر اِتنا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت داخلی فساد و بگاڑ کے علاوہ خارجی اِعتبار سے بنیادی طور پر تین محاذ کھلے ہوئے تھے جن پر کام کرنے کے لیے کسی غیرتِ دینی سے معمور فولادی عزم و حوصلے والے حقیقت آگاہ اور زمانہ آشنا مردِ آہن کی ضرورت تھی۔

☆ ایک طرف مسلمانوں کی سیاسی قوت کی بحالی اور ایک طویل عرصے تک حکومت کرنے والی اُمت کی عظمتِ رفتہ کی بازیابی کا مسئلہ تھا۔

☆ دُوسری طرف غیر اِسلامی جماعتوں سے نظریاتی جنگ درپیش تھی، آئے دِن مختلف جہتوں سے اِسلامی عقائد و اَحکام پر حملے کیے جا رہے تھے اور اِسلامی تصورات کی غلط تعبیرات پیش کی جا رہی تھیں چنانچہ دومرتبہ چاندا پور ضلع شاہجہاں پور کا ''میلہ خُدا شناسی'' اور بانی آریہ سماج دیانند سرسوتی اور اُس کے چیلوں کا رڑکی میرٹھ اور دیگر شہروں میں اِسلام کے خلاف زہر اَفشانی اِسی سلسلے کی کڑیاں تھیں، ضرورت تھی کہ اِن حملوں کا بھر پور مقابلہ کیا جائے اور اِسلامی عقائد و اَحکام کے حقیقی خدوخال جدید سائنٹفک اَنداز میں پیش کیے جائیں۔

☆ تیسری جانب ملک میں مسلمانوں کی جہالت و اِفلاس کی وجہ سے اور اَنگریزی نظامِ تعلیم کے ذریعے ذہنی اِرتداد کی وباء پھیل رہی تھی بلکہ ایک بڑے منصوبے کے تحت پھیلائی جا رہی تھی، ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں ٹھوس دینی تعلیمات عام کی جائیں اور اِس کے لیے پورے ملک میں دینی اِداروں کا جال بچھایا جائے تاکہ یہ اُمت اپنے حقیقی دین پر پورے شرحِ صدر کے ساتھ قائم رہے اور اَسلاف کے علمی و دینی اَثاثوں کی حفاظت کر سکے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے داخلی اِصلاحات کے ساتھ ساتھ اِن تینوں محاذوں پر کام کیا۔ (جاری ہے)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین چیزیں جن میں اِس اُمت کو سابقہ اُمتوں پر فضیلت دی گئی ہے :

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَی النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا کَصُفُوْفِ الْمَلَائِکَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُھَا لَنَا طَھُوْرًا اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ.

(مسلم ج۱ ص ۱۹۹ کتاب المساجد و مواضع الصلٰوۃ ، مشکوۃ ص ۵۴)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمیں (پہلی اُمتوں کے) لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے (۱) ہماری صفیں (نماز میں یا جہاد میں) فرشتوں کی صفوں جیسی بنائی گئی ہیں، (۲) ہمارے لیے تمام زمین مسجد قرار دے دی گئی ہے (کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں)، (۳) زمین کی مٹی کو ہمارے لیے پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے جبکہ ہم پانی نہ پائیں ۔''

ف : آنحضرت ﷺ کی اِس اُمت سے پہلے دُنیا میں جتنی بھی اُمتیں پیدا ہوئی ہیں یوں تو اُن سب کے مقابلہ میں یہ اُمت اپنی گوناں گوں خصوصیات و اِمتیازات کی بنا پر سب سے زیادہ افضل اور بزرگ ہے، عظمت وفضیلت میں کوئی اُمت اِس اُمت کے مماثل نہیں ہے مگر یہاں آنحضرت ﷺ نے اِس اُمت کی بعض اِمتیازی خصوصیات کی طرف اِشارہ فرمایا ہے چنانچہ پہلی چیز یہ بیان فرمائی کہ نماز یا جہاد میں اِس اُمت کی صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی شمار کی گئی ہیں یعنی جس طرح فرشتے صف بندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جس کی بنا پر اُنہیں مقامِ قرب میسر ہے اِسی طرح اِس اُمت کو بھی جہاد یا نماز میں صف بندی اور جماعت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا مقامِ قرب حاصل ہوتا ہے اور اِس وجہ سے یہ اُمت سابقہ اُمتوں کے مقابلہ میں افضل ہے کیونکہ سابقہ اُمتوں میں صف بندی اور جماعت نہیں تھی وہ لوگ جس طرح چاہتے نماز پڑھ لیتے تھے۔

دُوسری چیز آپ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُوسری اُمتوں کے مقابلہ میں اِس اُمت پر یہ بھی بڑا اِحسان فرمایا اور فضیلت بخشی کہ اِس اُمت کے اَفراد کے لیے تمام زمین کو سجدہ گاہ قرار دے دیا کہ بندہ زمین کے جس پاک حصے پر چاہے خدا کے سامنے جھک جائے اور نماز اَدا کرلے اُس کی نماز قبول ہو جائے گی جبکہ سابقہ اُمتوں کو یہ سہولت حاصل نہیں تھی اُن کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے عبادت خانوں میں ہی جا کر عبادت کریں۔

تیسری چیز آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کے لیے تیمّم کو جائز قرار دے دیا کہ اگر پانی نہ ملے یا پانی کے اِستعمال پر قدرت نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمّم کر کے پاکی حاصل کر لیں اور نماز وغیرہ عبادات کر لیں وہ سب قبول کر لی جائیں گی، یہ سہولت بھی گزشتہ اُمتوں کو حاصل نہیں تھی اُن کے لیے ضروری تھا کہ وہ پانی سے ہی پاکی حاصل کریں۔

یاد رہے کہ مندرجہ بالا حدیث میں جو تین فضیلتیں اور خصوصیات ذکر کی گئی ہیں اُمتِ محمدیہ کی فضیلتیں اور خصوصیات اِن میں منحصر نہیں ہیں، دیگر اَحادیث میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں جیسا کہ وہ اَحادیث آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے، اصل بات یہ ہے کہ جتنی جتنی فضیلتوں کا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم ہوتا جاتا تھا آپ اُمت کو بتلاتے جاتے تھے چنانچہ اِس حدیث میں تین کا ذکر ہے ایک حدیث میں پانچ کا اور ایک حدیث میں چھ کا ذکر ہے۔

جمعہ کی نماز کے لیے تین قسم کے لوگ آتے ہیں :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ حَضَرَھَا یَلْغُوْ وَھُوَ حَظُّهٗ مِنْھَا ، وَرَجُلٌ حَضَرَھَا یَدْعُوْ فَھُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهٗ ، وَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِاِنْصَاتٍ وَسُکُوْتٍ وَلَمْ یَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُؤْذِ اَحَدًا فَھِیَ کَفَّارَةٌ اِلَی الْجُمُعَةِ الَّتِیْ تَلِیْھَا وَزِیَادَةِ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا.

(اَبوداوٗد ج۱ ص۱۵۸ باب الکلام و الامام یخطب ، مشکوۃ ص۱۲۳)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ (کی نماز) کے لیے تین قسم کے لوگ آتے ہیں : ایک وہ شخص ہے جو لغو کلام اور بیکار کام کے ساتھ آتا ہے، چنانچہ جمعہ کی حاضری میں اُس کا یہی حصہ ہے (یعنی وہ جمعہ کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور لغو کلام و بیکار کام اُس کے حصہ میں آتا ہے)، دُوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں دُعا کے لیے آتا ہے (چنانچہ وہ خطبہ کے وقت دُعا میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کی دُعا اُسے خطبہ سُننے یا خطبہ کے کمالِ ثواب سے باز رکھتی ہے) پس یہ شخص اللہ کے حضور میں دُعا کرتا ہے (اِس شخص کے متعلق اللہ کی مرضی ہے کہ) چاہے تو اِس کی دُعا قبول کرلے چاہے تو قبول نہ کرے، تیسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں آتا ہے تو خاموشی اور سکوت کو اِختیار کرتا ہے نہ وہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو اَذیت دیتا ہے اِس کے لیے یہ جمعہ اُس جمعہ تک جو اِس سے ملا ہوا ہے بلکہ مزید تین دن تک کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایک نیکی کرے گا اُس کو اِس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔''

رسولِ اکرم ﷺ کو کفنِ مبارک میں تین کپڑے دیے گئے :

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِىْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَّةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ .

(بخاری ج ا ص ۱۶۹ ، مسلم ج ا ص ۳۰۵ ، مشکوۃ ص ۱۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا جو سفید یمنی کپڑے تھے اور (یمن کی ایک وادی) سَحُوْلْ کی بنی ہوئی روئی کے تھے، نہ اُن میں (سیا ہوا) کُرتہ تھا اور نہ پگڑی تھی۔

جس مسلمان کی نمازِ جنازہ مسلمانوں کی تین صفیں پڑھیں اُس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے :

عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّىْ عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ، قَالَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوْفٍ لِلْحَدِيْثِ.

(اَبوداوٗد ج ۲ ص ۹۵ باب فی الصفوف علی الجنازۃ ، مشکوۃ ص ۱۴۷)

حضرت مالک بن ہُبَیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان فوت ہوجاتا ہے پھر اُس کی نمازِ جنازہ مسلمانوں کی تین صفوں پر مشتمل جماعت پڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے (مغفرت اور جنت) واجب فرمادیتے ہیں، (حدیث کے راوی کا کہنا ہے کہ) حضرت مالک بن ہُبَیرہ ؓ کا معمول تھا کہ اگر کسی جنازہ میں آدمی تھوڑے دیکھتے تو اِس حدیث کی وجہ سے اُنہیں تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

اِسلامی عقائد کے محافظین اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری
نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیو بند

دین اِسلام میں باطل فرقوں اور اِسلام مخالف فتنوں کے خلاف سینہ سُپر رہنے والے خدارسیدہ بزرگوں کی تاریخ بڑی طویل وتابناک ہے، بقول شاعر

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

لیکن چند بزرگوں کو چھوڑ کر بیشتر کے حالات میں خاص اِس زاویہ سے اُن پر بہت کم لکھا گیا ہے۔فقہ، حدیث، سیاسیات وسماجیات وغیرہ شعبہائے زندگی کے مختلف خانوں میں اُن شخصیات کا تفصیلی ذکر ملتا ہے لیکن اَحقاقِ حق واَبطالِ باطل کے زاویہ سے صرف چند سطروں پر اِکتفا کرلیا جاتا ہے اور بس! جبکہ اُن کی مجموعی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِسلامی عقائد ونظریات کی حفاظت میں وہ لوگ سرحد کے بے مثل وجانباز سپاہی تھے، اُن کی حیاتِ مستعار کے قیمتی لمحات اِسی کارِ خیر کے لیے وقف تھے، اُن کی بے لوث قربانیوں کا ہی فیض ہے کہ آج اِسلامی عقائد کی سرحدیں باطل قوتوں اور فتنوں کی یلغار سے کلی طور پر محفوظ ہیں جن کی بدولت مسلمان اپنی اصلی شکل وشباہت میں موجود ہے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری ، حضرت علامہ اَنور شاہ کشمیری، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، اُستاذ الاساتذہ مولانا محمد حیات صاحب، حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری، مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی، حضرت مولانا محمد مسلم صاحب دیو بندی، حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی ، حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب شاہجہاں پوری، حضرت علامہ نور محمد ٹانڈوی علیہم الرحمۃ جیسے پاک و ہند کے بیشمار اہلِ علم اِسلامی عقائد کے اُن سرحدی محافظین میں سے ہیں جن کو لگتا یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اِسی خدمت کے لیے کیا تھا اِنھیں اِس دنیا کو

چھوڑے بہت زیادہ دن ابھی نہیں گزرے، ابھی کتنے لوگ ہیں کہ اِن بزرگوں کا نام لیتے ہیں اِن کی مقبول خاص و عام کتابوں کی ثناخوانی میں مصروف ہو جاتے ہیں، اہلِ علم کا بڑا طبقہ اِن کی تصنیفات سے اِستفادہ کا معترف بلکہ دل سے دُعا گو نظر آتا ہے لیکن یہ حقیقت بھی بجا ہے کہ تحفظ اِیمان و عقائد کے حوالے سے اِن کی شخصیت کے تعارف میں عام طور پر ہمارے درمیان وہ گرم بازاری نہیں دیکھی جاتی جس کے وہ مستحق ہیں، کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کوئی بڑی شخصیت یا تنظیم یا اِدارہ، تحفظ اِیمان و عقائد کے حوالے سے اِن شخصیات کے نام پر کوئی یادگاری کام کرتا ہو یا نئی نسل میں اِس فکر و فن کو فروغ دینے کے لیے جیسا کہ موجودہ دور میں ہو رہا ہے اِن بزرگوں کے نام پر بین الاقوامی، ملکی یا علاقائی سطح پر کوئی اِنعام یا ایوارڈ دیا جاتا ہو۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ بطورِ یادگار بعض بزرگوں کے نام پر چھوٹی بڑی بلڈنگیں، وسیع و عریض مکانات میں چھوٹے بڑے ہال، میٹنگ رومز، شہروں کے روڈ، راستوں یا چوراہوں کو لوگ منسوب کر دیتے ہیں، کیا بڑی بات تھی جو بطورِ خاص تحفظ اِیمان و عقائد کے حوالے سے قربانیاں دینے والے بزرگوں کے نام پر بھی اِس طرح کی یا اِس سے بہتر کچھ یادگاریں قائم کی جاتیں جہاں لاکھوں لاکھ روپے صرف کر کے بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، کیا بہتر ہوتا کہ اِیمان و عقائد کے سرحدی محافظین کے نام بھی بطور اِنعام چند روپے مختص کیے جاتے تاکہ نسلِ نو میں اِس زاویے سے آگے بڑھنے کے جذبات فروغ پاتے۔

یہ سو فیصد کھری بات ہے کہ نام و نمود کے لیے نہ اُنہوں نے کام کیا اور نہ اِس دُنیائے دُوں سے کبھی اُن کا دامن آلودہ ہوا بلکہ اُن کی سادہ دلی اور بے نفسی اِس حقیقت کی شاہد عدل ہے کہ دُنیا والوں کی داد و ستائش کا واہمہ بھی کبھی اُن کے دل و دماغ میں نہ گزرا ہوگا لیکن قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اگر تحفظ اِیمان و عقائد کے زاویہ سے اپنے عظیم سپوتوں کو یونہی بھلا دیے جانے کے لیے چھوڑ دیا گیا تو آئندہ نسلوں میں اِس قسم کے بہادر کہاں سے اور کیسے پیدا کیے جائیں گے ؟ مائیں گود کے بچوں کو بڑے بڑے بہادروں کے قصے سنایا کرتی ہیں تاکہ بچے میں بڑا ہو کر بہادر بننے کی لگن پیدا ہو، بھائی لوگ فقہاء

اور محدثین کی عظمتوں کو روزانہ سلام کرتے ہیں تاکہ قوم کے بچوں میں اُس نیک روش پر چلنے کے جذبات بیدار ہوں، ملکی سرحد کو تحفظ فراہم کرنے والے جوانوں اور سائنسی اِیجادات میں پہل کرنے والی شخصیات کے نام اُن کے قدرداں، نہ معلوم کتنی یادگاریں قائم کرتے ہیں تاکہ قوم میں اُن کے نقش قدم پر چلنے والے جیالے پیدا ہوتے رہیں تو کیا اِسلامی عقائد کی سرحد پر محافظین پیدا کرنے کی غرض سے ایسی شخصیات کو اپنے شب وروز کی گرم بازاری میں شامل نہیں کیا جانا چاہیے کہ جن کی قربانیوں کے دم قدم سے مسلمان آج مسلمان ہیں ؟

اِس شکایت و حکایت کے مابین اِنصاف کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو کوشش یہ کی جانی چاہیے کہ اپنے بزرگوں کی اُن خدمات کو جو تحفظ اِیمان و عقائد سے متعلق ہوں یا بزرگوں میں اُن شخصیات کو جن کی خدمات تحفظ عقائد سے متعلق ہوں اپنے درمیان کچھ ایسی اہمیت دی جائے کہ نسلِ نو کا ہر فرد عقائد کی سرحد کا کمر بند سپاہی بننے کو زندگی کا لازمہ سمجھے اور ماحولیاتی اَثرات قبول کرتے ہوئے خود کو رضا کارانہ طور پر اِس خدمت کے لیے تیار کرے۔ حق تو یہ ہے کہ اہلِ مدارس اِس فن کو اپنے نصاب کا جزء بنائیں یا مستقل نصاب وضع کریں تاکہ ہر طالب علم اِس علم و فن کو اَوّلیت دے اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو کم اَز کم اِتنا تو کرے کہ اِس کو پس پشت تو نہ ڈالے، آئے دن نئے نئے فتنوں کی پیداوار اور اُن سے ہم آہنگ زمانہ کی رفتار سے پتہ یہ چلتا ہے کہ اگر اِس میں یونہی بے اِعتنائی برتی جاتی رہی تو کچھ بعید نہیں کہ بہت جلد اِرتدادی طاقتیں ہماری اِس کمزوری کا فائدہ اُٹھانے میں دلیر ہوتی چلی جائیں گی، اِس باب میں کوتاہی اور حددرجہ بے اِعتنائی دیکھتے ہوئے راقم سطور اپنی کم علمی کے سبب یہ کہنے کی جراَت تو نہیں کرسکتا کہ کسی موضوع پر اِس موضوع کو اَوّلیت دی جائے لیکن اگر کوئی اِسے پس پشت ڈالتا یا ثانوی درجہ دیتا ہے تو اِس سے اِس موضوع کی حق تلفی کرنے کی شکایت سے باز بھی نہیں رہ سکتا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تحفظ عقائد کی خدمات کو ''منفی'' پہلو سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اُن کی مہذب دُنیا میں یہ مکروہ اور لائق اِحتراز پہلو ہے کیونکہ اُن کے فکر و خیال میں اِس خدمت کا تعلق صرف کسی فتنہ کے ردو اِنکار سے ہے اور بس ! اِس پروپیگنڈے کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو اُس

وقت سامنے آتا ہے کہ جب اِس سے متاثر ہو کر بعض لوگ اِس زاویہ سے اپنے بزرگوں کا تعارف کراتے ہوئے کتراتے ہیں، اُن دانشوروں کو یہ باور کرانا مشکل ہوتا ہے کہ عقائد کے تحفظ کی پاکیزہ خدمت محض ہنگامہ آرائی کرنے یا لاٹھی لے کر فتنوں کے پیچھے صرف دوڑنے کا نام نہیں اور نہ ہی تحفظ عقائد کا اِنحصار کسی فتنہ کے رد اور تعاقب پر ہے، خدا معلوم کس جاہل سے سبق پڑھ کر اِس قسم کے تاثرات قائم کر لیے جاتے ہیں، ایسے میں یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ :

ہماری نظروں میں آؤ تو ہم دکھائیں تمہیں
خطا تمہاری کہ تم بھی کہو کہ ہاں ! کچھ ہے

حقیقت یہ ہے کہ تحفظ عقائد کا باب بہت وسیع ہے کہ بفرضِ محال اگر ہمارے درمیان قادیانیت بابیت و بہائیت، شیعیت، وغیرہ فتنے نہ بھی پائے جائیں پھر بھی بحیثیتِ مسلمان ہونے کے ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ اِسلامی عقائد کو جاننے سمجھنے اور اُس کے تحفظ میں ہمہ وقت چوکسی برتنے میں بیدار رہے۔ اِس باب میں غفلت کا کہیں سے کہیں تک گزر تو دُور تصور بھی نہیں ہونا چاہیے، فتنے ہمارے مقابل نہ بھی ہوں تب بھی مطلق غفلت بھی اِس باب میں جرمِ عظیم ہے، چہ جائے کہ ''منفی پہلو'' کہہ کر اِس کی حیثیت کم کی جائے یا کسی غیر معتدل تنقید و تبصرے سے متاثر ہوا جائے۔

اِس باب میں نبی اکرم ﷺ کی جانب سے جو فضائل وارد ہیں مسلمانوں کی نظر اُن فضائل پر ہونی چاہیے نہ کہ کسی کے بے سرو پا فکر و خیال پر اور جب پختہ فکر بالغ نظر اہلِ علم نے عقائد و اِیمان کے تحفظ میں زندگیاں کھپانے والوں کو ''متکلم'' کا نام دیا ہے اور ہمہ جہت اُن کی اِفادیت تسلیم کی ہے تو نابالغ فکروں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے۔ ذرا سوچیے تو سہی کہ اِسلامی عقائد کی سرحدوں کو تحفظ فراہم کرنے والے مخلص و مجاہد علمائے کرام اور متکلمین اگر نہ رہے یا کمزور پڑ گئے تو ناک اور نزلے کی دوا بیچنے والے طبیبوں سے ملک کی حفاظت نہیں ہوا کرتی۔

ممکن ہے کہ ''منفی پہلو'' کا وہم کسی کو اِس میدان سے جڑی ہوئی کسی تنظیم کے غیر معتدل طریقہائے کار سے یا کسی شخص کی ذاتی اور نجی فکر و عمل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہو، اگر ایسا ہے تو یہ فکر تو خود

بے اِعتدالی پر مبنی ہے، اِس مرض میں مبتلا لوگوں کو اپنی اِصلاح کرنی چاہیے یا اُن لوگوں کی اِصلاح کے لیے دُعا کرنی چاہیے جو اِس مرض کا سبب بنتے ہیں، بھلا وہ لوگ اِس کا جوابدہ کیوں کر ہوسکتے ہیں جو اِیمان وعقائد کے تحفظ کے لیے ہمہ جہت تقاضوں کی تکمیل کرنے والے ہوں۔

بسا اَوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم عقائد کی اہمیت نہ جاننے کے سبب بھی ہوتا ہے چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ ایسے لوگ خود اپنا علمی اُفق بلند کرنے کی بجائے عقائد کے تحفظ کے لیے جو طور وطریق اپنائے جاتے ہیں اُس کو طنز وتعریض کا نشانہ بنانے لگتے ہیں۔ اہلِ فہم سمجھ سکتے ہیں کہ اِس قسم کے طنز وتعریض بے معنٰی اور کھوکھلے ہوا کرتے ہیں جن لوگوں کی نظروں میں عقیدے کی حیثیت کسی بھی مذہب کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی سی ہوتی ہے وہ عقائد کے تحفظ کے لیے ہر معتدل طریقے کی حوصلہ اَفزائی کرتے ہیں اور اِس خدمت سے جڑی ہوئی شخصیات کی قدر و قیمت بھی اُن کی نگاہ میں ہوتی ہے۔

فن اور شخصیت کی قدر دانی وہ جوہر ہے جو اِس کا مثل اور بدل پیدا کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ کاش کہ اِس حقیقت کو گیرائی اور گہرائی کے ساتھ سمجھا جاتا ! اِسلامی عقائد کی سرحدوں کے محافظین پیدا کرنے ہیں تو قدر دانوں کو چاہیے کہ کسی پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر نیک نیتی سے اِس زاویہ سے میدانِ عمل میں آگے آئیں اور اپنے بزرگوں کی قدر دانی کا ثبوت دیں۔

مخیرّ حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیرّ حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

ضربِ اقبال اور قادیانی دجال

﴿ حضرت مولانا محمد اَنصار اللہ صاحب قاسمی، آرگنائزر مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا پردیش، اِنڈیا ﴾

✿ ✿ ✿

اِسلام کے مختلف کمالات اور اِمتیازات میں سے ایک اہم کمال یہ ہے کہ وہ آفاقی مذہب ہے، دیگر مذاہب کی طرح اِس کی تعلیمات کسی خاص علاقہ، طبقہ اور رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے اِنسانوں کے لیے محدود اور مخصوص نہیں ہیں بلکہ پوری اِنسانیت کی ہدایت اِسلامی تعلیمات کا عنوان اور اعلان ہے اِس لیے اِسلام کے سچے پیروکاروں اور علمبرداروں کے اَفکار ونظریات کا دائرہ قومی، علاقائی، لسانی اور نسلی وغیرہ ہر طرح کی سرحدوں اور حد بندیوں سے ماوراء ہوتا ہے، وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں اِنسانوں کے ہر گروہ اور فلاح و بہبود کے ہر کام کو پیش نظر رکھتے ہیں، شاعرِ اِسلام علامہ اِقبال مرحوم نے ایک بندہ مومن کی ''اِقبال مندی'' کو یوں بیان کیا ہے ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہیں آفاق

علامہ اِقبال مرحوم اِسلامی تاریخ کی ممتاز، مایہ ناز اور عبقری شخصیت ہیں، آپ آفاقی مذہب اِسلام کے پیروکار اور پاسدار ہونے کی وجہ سے اپنی سوچ وفکر بھی آفاقی رکھتے تھے، وہ اپنے وقت کے نہ صرف بہترین شاعر اور فلسفی تھے بلکہ اِسلام کے پُر جوش مبلغ اور صاحبِ بصیرت داعی بھی تھے، آفاق میں پھیلے گمراہ خیالات اور باطل اَفکار ونظریات کی تردید اور تنقید کے لیے علامہ اِقبال مرحوم نے نظم ونثر دونوں سے کام لیا، اُن گمراہ نظریات کا تعلق چاہے سیاست ومعیشت سے ہو یا مذہب اور معاشرہ سے ہو سب کا آپ نے محاسبہ کیا، اِس محاسبہ نے لادینی نظام ملحدانہ خیالات اور گمراہ کن نظریات کے لیے ''ضربِ کلیمی'' کا کام کیا ''اِقبالیات کے تنقیدی سرمایہ'' پر خود آپ کا یہ شعر بہتر طور پر صادق آتا ہے ؎

بے معجزہ اُبھرتی نہیں قومیں جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہُنر کیا

علامہ اِقبال مرحوم کے اَشعار کا ایک مجموعہ ''ضربِ کلیم'' کے نام سے بھی ہے، اپنے اَشعار میں غیر اِسلامی اَفکار ونظریات پر تنقید کے دوران آپ نے قادیانی فتنہ اِرتداد کا بھرپور محاسبہ کیا، اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا کہ علامہ اِقبال مرحوم نے جس گہرائی اور گیرائی کے ساتھ قادیانیت کے اَفکار ونظریات پر تنقید کی ہے، شاید ہی اپنے وقت کے کسی اور گمراہ کن خیالات پر آپ نے ایسی تنقید کی ہو۔

قادیانی فرقہ اپنی حقیقت اور اصلیت کے اِعتبار سے کوئی مذہبی فرقہ نہیں ہے بلکہ اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف وقت کی ظالم وجابر سامراجی طاقتوں اور حکومتوں کا پیدا کردہ اور اُن ہی کا پروردہ ٹولہ ہے، جب جب بھی اور جہاں جہاں بھی دُشمنانِ اِسلام کی سازشیں ہوئیں خود کو ''اَحمدیہ جماعت'' کہنے والا قادیانی فرقہ اِن کے یارومددگار اور آلۂ کار کی حیثیت سے سرگرم رہا، قادیانی فرقہ کی طرف سے اپنے کفریہ عقائد اور ملحدانہ خیالات کو ''حقیقی اِسلام'' کا نام دے کر اِسلام کی حقیقت کو مشکوک ومشتبہ کرنے اور اُس کی حقانیت کو مجروح کرنے کی مذموم کوششیں آج بھی پوری بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ جاری ہیں، علامہ اِقبال مرحوم نے اپنے اَشعار میں فتنۂ قادیانیت سے متعلق مذکورہ بالا حقائق کو خوب اچھی طرح واضح فرمایا ہے، اِس حوالہ سے کچھ منتخب اَشعار پیش خدمت ہیں :

(۱) قادیانیت کی پیدائش اور پرورش انگریزوں کے ظالمانہ اور غاصبانہ دورِ اِقتدار میں ہوئی یہ دور مسلمانوں کی مظلومیت ،محکومیت اور مغلوبیت کا دور تھا، اُس دور کو آسمانی نشان قرار دینے اور ''وحی اِلٰہی'' کی سند فراہم کرنے کے لیے مرزا غلام قادیانی نے ''مُلْهَمْ مِنَ اللّٰہْ'' ہونے کا دعوٰی کیا پھر اپنے خودساختہ اِلہامات کے ذریعہ مسلمانوں کے ''زمانہ محکومیت'' کو ''سایہ رحمت'' ثابت کرنے کی پوری کوشش کی، مرزا غلام قادیانی کی ''خوئے غلامی'' سے آراستہ اِس ''اِلہام بازی'' سے بچے رہنے کے لیے علامہ اِقبال یوں دُعا کرتے ہیں ۔

محکوم کے اِلہام سے اللہ بچائے غارت گر اَقوام ہے وہ صورتِ چنگیز

(۲) ''قادیانی نبوت'' دراصل وقت کے ظالم وجابر حکمرانوں کی ''خانہ ساز نبوت'' ہے، برٹش حکومت کا حرم سرا مرزا غلام قادیانی نے ہمیشہ غلامی کی زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے، ظالموں سے

پنجہ آزمائی کرنے کے بجائے اُن کے سامنے گداگری ،کاسہ لیسی اور چاپلوسی کی تعلیم دی ہے ،اُس کی تحریروں میں غیرت وحمیت، جوانمردی ،جانبازی ، جاںنثاری ،قوت وشوکت اور حشمت کا کوئی پیغام نہیں ملتا،اُس کی مثال اگر دیکھنی ہوتو مرزا قادیانی کا تحریر کردہ رسالہ ''تحفہ قیصریہ'' اور ''ستارہ قیصرہ'' ہے جو ملکۂ وکٹوریہ کی قدم بوسی کا بدترین نمونہ ہے، علامہ اِقبال مرزا قادیانی کی ایسی ''خانہ ساز نبوت'' کے بارے میں فرماتے ہیں :

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اِسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پر ضمیر فلک نیلی فام
عصرِ حاضر کی شبِ تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشِ صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(نغمات ختم نبوت ص:۳۳ از طاہر رزاق صاحب)

(۳) قادیانی اَفراد اپنے پیشوا مرزا قادیانی کو ''اِمامِ زمانہ'' بھی مانتے ہیں لیکن اِمام زمانہ اپنے پیروکاروں کو ایک وحدہٗ لاشریک اور معبود برحق پروردگار و پالنہار کا پرستار بنانے کے بجائے اُنہیں سلطنتِ انگریزی کا ''پرستار'' بننے کی تاکید کرتا ہے، علامہ اِقبال مرحوم مسلمانوں کو ایسی باعثِ ذلت اِمامت سے آگاہ وہوشیار کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے فتنہ ملتِ بیضاء ہے اِمامت اُس کی

(۴) ہمارے بعض برادرانِ وطن کو ہندوستانی مسلمانوں سے یہ شکایت ہے کہ وہ عبادت وبندگی اور رُوحانی شانتی وشکتی کے لیے ''مادرِ وطن'' چھوڑ کر عرب کو دیکھتے ہیں، اُسی کے گن گاتے ہیں،

یہ برادرانِ وطن اپنی دانست کے مطابق مسلمانوں میں ''قوم پرستی'' کا جذبہ پیدا کرنے اور اُنہیں ہر پہلو سے ''قومی دھارے'' میں شامل کرنے کی باتیں کرتے ہیں لیکن جب بات نہیں بنتی تو ''غدارانِ وطن'' کا لقب دیتے ہیں، انگریز حکمران اپنے اِقتدار و حکومت کے زعم میں مسلمانوں کو محتاج اور گداگر سمجھتے ہیں یہ دونوں (برادرانِ وطن اور انگریز) مسلمانوں کو کچھ بھی کہیں اور سمجھیں لیکن بہر حال اُنہیں ''مسلمان'' تو تسلیم کرتے ہیں مگر مسیلمہ پنجاب مرزا غلام قادیانی اور اُس کے پیروکاروں کو مسلمانوں کا اِسلام بھی منظور نہیں، فرقہ پرستوں نے محمد عربی ﷺ سے مسلمانوں کا تعلق ختم کرنا چاہا، انگریزوں نے مسلمانوں سے اِقتدار اچھینا اور یہ قادیانی مسلمانوں کو دولتِ اِسلام و نعمتِ اِیمان ہی سے محروم کرنے کے درپے ہیں، شاعرِ اِسلام اِس پسِ منظر میں فرماتے ہیں :

غدار وطن اِس کو بتاتے ہیں برہمن   انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر
پنجاب کے اَربابِ نبوت کی شریعت   کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
مسکیں دلم ماندہ دریں کشمکش اَندر

(۵) ایک جگہ شاعرِ اِسلام نے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی کے ''فضائل و مناقب اور کمالات و خصوصیات'' کو ایک فارسی نظم میں یوں قلم بند فرمایا ہے :

عصر من پیغمبرے آفرید   آں کہ در قرآں بجز خود را ندید
تن پرستادہ وجاہ مست وکم نگاہ   اَندرونش بے نصیب اَز لا اِلہ
در حرم زاد و کلیسا را مرید   پردۂ ناموس مارا پر درید
دامن اُو گرفتن ابلہی است   سینۂ اُو اَز دلِ روشن تہی است
الحذر ! اَز گرمئی گفتارِ اُو   اَلحذر! اَز حرف پہلو دار اُو
شیخ اُو لرُدِ فرنگی را مرید   گرچہ گوید اَز مقام بایزید
گفت دین را رونق از محکومی است   زندگی اَز خودی محرومی است
دولت اَغیار را رحمت شمرد   رقص را گردِ کلیسا کرد و مُرد

''میرے زمانہ نے بھی ایک نبی پیدا کیا جس کو اپنے سوا قرآن میں کچھ نظر نہ آیا، خود پسند، جاہ طلب اور کوتاہ نظر ہے، اُس کا دل لا اِلہ سے خالی ہے، مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا اور عیسائیوں کا غلام بنا، اُس نے ہماری ناموس کے پردہ کو چاک کرایا، اُس سے عقیدت رکھنا حماقت ہے، اُس کا سینہ دل کی روشنی سے خالی ہے، اُس کی چرب زبانی سے بچو اور اُس کی چالبازی کے باتوں میں نہ آؤ، اُس کا پیر شیطان ہے اور وہ فرنگی (انگریزوں) کا غلام ہے، پھر بھی وہ کہتا ہے میں بایزید کے مقام سے بول رہا ہوں، وہ کہتا ہے کہ غلامی میں ہی دین کی رونق ہے اور خودی (خودداری) سے محرومی کو زندگی بتاتا ہے، غیروں کی حکومت کو اُس نے رحمت سمجھا اِس لیے وہ کلیسا کے گرد طواف کرتا رہا اور مر گیا (یعنی وہ زندگی بھر انگریزوں کے دربار کے چکر لگاتا رہا)۔'' (نغماتِ ختم نبوت ص : ۴۱ تا ۴۳ از طاہر رزاق صاحب)

(۶) ''اِجراءِ نبوت'' قادیانی فرقہ کا ایک پُر فریب عقیدہ ہے، پُر فریب اِس لیے کہ یہ لوگ کہتے تو ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اَنبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ جاری ہے لیکن آپ ﷺ کے بعد صرف مرزا غلام قادیانی کو ہی نبی مانتے ہیں، حالانکہ برساتی مینڈکوں کی طرح مرزا غلام قادیانی کے بشمول اور بھی بہت سارے جھوٹے نبی پیدا ہوئے، اِجرائے نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے اُن تمام جھوٹے مدعیانِ نبوت کو نبی و پیغمبر ماننا چاہیے تھا لیکن قادیانی صرف اپنے پیشوا کی جھوٹی نبوت کو ماننے پر اِکتفا کرتے ہیں یعنی عملی طور پر وہ بھی سلسلۂ نبوت و رسالت کو جاری نہیں مانتے، پس اصل مسئلہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان ''اِجرائے نبوت'' کا نہیں ''ختم نبوت'' کا ہے، مسلمان تو سرے سے اِجرائے نبوت کو مانتے ہی نہیں اور قادیانیوں کے یہاں بھی اِس کا عملاً وجود نہیں اَلبتہ ختم نبوت کے معنی مسلمانوں کے نزدیک یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی، اور قادیانیوں کے نزدیک ''ختم نبوت'' کا معنی یہ ہیں کہ مرزا غلام قادیانی ''آخری نبی'' ہے آنحضرت ﷺ کے بعد صرف اُسی کو ''نبی'' بنایا گیا اب اِس ملعون کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی،

شاعرِ اِسلام علامہ اِقبال نے ایک جگہ اپنے فارسی اَشعار میں قادیانیوں کے گمراہ نظریہ ''اِجرائے نبوت'' کی یوں تردید فرمائی ہے ۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد   بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق اَز ما محفل ایام را   اُو مُرسل را ختم وما اَقوام را
خدمت ساقی گرمی باما گزاشت   داد مارا آخریں جامے کے داشت
لانبی بعدی زا احسان خدااست   پردۂ ناموس دین مصطفیٰ اَست
قوم را سرمایہ قوت اَزد   حفظ سر وحدت ملت اَفرد
حق تعالیٰ نقش ہر دعوی شکست   تا اَبد اِسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلمان برکند   نعرہ لا قوم بعدی می زند

''خدا تعالیٰ نے ہم پر شریعت اور ہمارے رسول اللہ ﷺ پر رسالت ختم کردی، ہمارے رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ اَنبیاء اور ہم پر سلسلہ اَقوام تمام ہو چکا، اب بزم جہاں کی رونق ہم سے ہے، میخانہ شرائع کا جام ہمیں عطا فرمایا گیا، قیامت تک ساقی گری کی خدمت اب ہم ہی اَنجام دیں گے، رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ فرمان کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں'' اِحساناتِ خداوندی میں ایک بڑا اِحسان ہے، دین مصطفیٰ ﷺ کی عزت وناموس کا محافظ بھی یہی ہے، مسلمانوں کا سرمایۂ اِیمان اور قوت یہی عقیدہ ختم نبوت ہے اور اِسی میں وحدتِ ملت کے تحفظ کا راز پوشیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے (حضور ﷺ کے بعد) ہر دعویٰ نبوت کو باطل ٹھہرا کر اِسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے قائم کر دیا، اِسی عقیدہ کے باعث مسلمان ایک اللہ کے سوا سب سے تعلق توڑ لیتا ہے اور ''اُمتِ مسلمہ کے بعد کوئی اُمت نہیں'' کا نعرہ بلند کرتا ہے۔''

(رموزِ بے خودی بحوالہ قادیانیت ہماری نظر میں ص ۲۱۲، ۲۱۳ اَز متین خالد صاحب)

(۷) مرزا غلام قادیانی کے مختلف جھوٹے دعوؤں میں ایک دعویٰ ''اِمام مہدی'' ہونے کا بھی

ہے، اِسلام میں ''اِمام مہدی'' ایک ایسی ذات وشخصیت کا تصور ہے جن کا ظہور قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا اور وہ اپنے زمانہ میں دُشمنانِ اِسلام سے برسرِ پیکار ہوں گے، دجال اور اُس کی فوجوں سے مقابلہ کریں گے، گویا اِمام مہدی کے ظہور سے دُنیا کے حالات میں زلزلہ پیدا ہوجائے گا، اِس کے برخلاف قادیانی فرقہ کے یہاں ''اِمام مہدی'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خون وخرابہ نہ ہو، جنگ اور جہاد کے حالات نہ رہیں، وقت کے ظالم وجابر حکومتوں کی غلامی اور چاپلوسی قادیانی فرقہ کے خودساختہ ''اِمام مہدی'' کی خوبی وخصوصیت رہی، علامہ اِقبال مرحوم ایسے '' مہدی کذاب'' کے مقابلہ میں ''مہدی برحق'' کی ضرورت یوں بیان کرتے ہیں :

دُنیا کو ہے اُس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالمِ اَفکار

(۸) قادیانی فرقہ چونکہ انگریزوں کا ''خودکاشتہ پودا'' تھا اِس لیے غدارِ وطن کا یہ ٹولہ شروع ہی سے انگریزوں کے خلاف جنگِ آزادی کا مخالف تھا، مرزا غلام قادیانی کی تحریروں کا لب لِباب برطانوی سامراج کی اِطاعت اور جہاد کی ممانعت ہوا کرتا تھا۔ اَحادیث میں وطن کی حفاظت میں اِنتقال کر جانے کو شہید فرمایا گیا اِس لیے مسلمان جنگِ آزادی کو جذبۂ جہاد سے لڑ رہے تھے، یوں تو بعض دُوسرے لوگ بھی جنگِ آزادی کے مخالف تھے لیکن اِس مخالفت کے پس پردہ اُن کے ذاتی اور سیاسی مفادات تھے، جنگِ آزادی کے اِن دُوسرے مخالفین میں اِتنی تو مذہبی غیرت وحمیت تھی کہ اُنہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے مذہب کو آڑ نہیں بنایا، اُس کو اپنی علاقائی وملکی سیاست تک محدود رکھا، لیکن مرزا غلام قادیانی وہ ننگِ دین اور ننگِ وطن اِنسان ہے جس نے اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے مذہب کو اِستعمال کیا اور مذہبی زبان واسلوب میں جہاد کے عنوان سے لڑی جانے والی جنگِ آزادی کو حرام قرار دیا، چنانچہ ایک جگہ وہ اپنے اَشعار میں کہتا ہے :

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دین کا اِمام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اِختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دُشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو رکھتا ہے یہ اِعتقاد

(رُوحانی خزائن ج ۱۷ ص ۷۸،۷۷)

غرض یہ کہ اِس طرح کی تحریروں سے مسلمانوں میں ''عقابی رُوح پیدا کرنے'' کے بجائے اُن میں ''خوئے غلامی'' پختہ تر اور شیوۂ بزدلی کو تیز تر کیا جانے لگا، مرزا غلام قادیانی کی طرف سے جہاد کو حرام قرار دینے کے فتویٰ پر علامہ اِقبال مرحوم نے یوں طنز فرمایا :

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دُنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
تعلیم اُس کو چاہیے ترکِ جہاد کی
دُنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر

حرمتِ جہاد سے مرزا غلام قادیانی کا مقصد مسلمانوں کو نصیحت کرنا تھا کہ وہ جنگ وجدال اور قتل وقتال سے دُور رہیں اِس لیے کہ یہ برائی ہے، علامہ اِقبال فرماتے ہیں کہ اگر یہ بُرائی ہے تو انگریزوں کو بھی اِس برائی سے روکا جائے وہ کیوں اپنے غاصبانہ اِقتدار کی بقاء کے لیے جنگ کرتے ہیں اور مسلمانوں کا قتل وخون کرتے ہیں برائی کا پیمانہ ایک ہونا چاہیے، علامہ اِقبال مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں:

ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

حق سے اگر غرض ہے ، زیبا ہے کیا یہ بات
اِسلام کا محاسبہ ، یورپ سے درگزر

(۹) عقیدۂ ختم نبوت، وحدتِ اُمت کی بنیاد ہے، قادیانی فرقہ نے اِس عقیدہ کا اِنکار کر کے اِتحادِ اُمت کی بنیاد کو متزلزل اور کھوکھلا کرنے کی پوری کوشش کی، ملی اِتحاد، علامہ اِقبال مرحوم کے اَشعار کا جلی عنوان ہے، آپ قادیانی فتنہ کو مسلمانوں کے اِتحاد و یکجہتی کے لیے خطرہ سمجھتے تھے، مرزا غلام قادیانی کے بعض مُریدعلامہ اِقبال مرحوم کے دوست اور اُن کے ہم محلّہ تھے، علامہ کی خوش اَخلاقی اور رکھ رکھاؤ سے اُنہیں دھوکہ ہوگیا اور وہ علامہ اِقبال پر قادیانیت قبول کرنے کے لیے ڈورے ڈالنے لگے، ایک دوست نے تو باضابطہ علامہ اِقبال کو مرزا قادیانی سے بیعت ہونے کے لیے خط لکھ ڈالا، علامہ اِقبال نے اُس کے جواب میں ایک نظم لکھی، یہ نظم ''خط منظوم پیغام بیعت کے جواب میں'' کے عنوان سے ماہنامہ مخزن بابت مئی ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی، اِس نظم میں مسلمانوں کے ملی اِتحاد و یکجہتی کو ختم کرنے اور مسلم گھرانوں و خاندانوں میں اِختلاف و اِنتشار کو فروغ دینے کے سلسلہ میں علامہ اِقبال قادیانیت کے کردار کو یوں واضح کرتے ہیں :

پردۂ میم میں رہے کوئی — اِس بُھلاوے کو جانتا ہوں میں
تنکے چن چن کے باغِ اُلفت کے — آشیانہ بنا رہا ہوں میں
ایک ایک دانہ پہ ہے تیری نظر — اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں
تو جدائی پہ جان دیتا ہے — وصل کی راہ سوچتا ہوں میں
بھائیوں میں بگاڑ ہو جس سے — ایسی عبادت کو کیا سراہوں میں
میرے رونے پہ ہنس رہا ہے تو — تیرے ہنسنے کو رو رہا ہوں میں

(قادیانیت ہماری نظر میں ص۲۱)

علامہ اِقبال کے اِن اَشعار سے اَندازہ ہوتا ہے کہ وہ فتنۂ قادیانیت کی تردید میں بہت حساس اور بیدار مغز تھے، قادیانیت کی فتنۂ سامانی کو نظر اَنداز کرنے کے لیے وہ ذرّہ برابر رَوادار اور ایک لمحہ کے

لیے بھی تیار نہیں تھے، مگر افسوس آج جو ''شیدائیانِ اِقبال'' کہلائے جاتے ہیں اور ''ماہرین اِقبالیات'' میں جن کا شمار ہوتا ہے، اُنہوں نے ختم نبوت اور قادیانیت کو موضوعِ سخن نہیں بنایا، شاید یہ موضوع اُن کی نظر میں ''مذہبی جھگڑوں'' اور ''مولویانہ بحثوں'' کی طرح ہے، لیکن آج جبکہ قادیانی فرقہ کی سازشیں اور اُس کی ریشہ دوانیاں پہلے سے زیادہ بڑھ چکی ہیں تو اِن حالات میں فتنۂ قادیانیت کے حوالہ سے ''فکرِ اِقبال'' اور ''پیامِ اِقبال'' کو سمجھنے اور عام کرنے کی ضرورت ہے، ہے کوئی جو علامہ اِقبال کی ''بانگِ دِرا'' پر گوش برآواز ہو ! !

مریض و معالج کے اسلامی احکام

صفحات 432

تالیف

حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم (ایم بی بی ایس)

رئیس

☆ دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ لاہور

☆ دارالافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

ڈاکٹر، حکماء، ہومیو پیتھک اور حجامہ معالجین کے ساتھ ساتھ ہر مفتی و دارالافتاء کی ضرورت

ٹیسٹ ٹیوب بے بی، انسانی کلوننگ، پوسٹ مارٹم، قتل ترحم، ایڈز، ڈی این اے، ضبط ولادت، دماغی موت و دیگر قدیم و جدید مباحث کے شرعی احکامات پر مشتمل محقق عالم اور ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے قلم سے اردو زبان میں ایک اہم کتاب

ہر بڑے مکتبہ پر دستیاب ہے

ناشر مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر 1 کراچی

فون: 021-36600896
021-36601817
0321-2259578

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۶ر دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب رتی پنڈی ضلع قصور میں مولانا اسلم صاحب کی دعوت پر مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لے گئے بعد اَزاں مختصر بیان بھی فرمایا۔

۱۸ر دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب حکیم طاسین صاحب کی دعوت پر میاں چنوں تشریف لے گئے جہاں آپ نے پرانے تبلیغی مرکز میں بیان فرمایا۔

۲۲ر دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بعد نمازِ عشاء مفتی فلک شیر صاحب کی دعوت پر جوہر ٹاؤن تشریف لے گئے جہاں آپ نے سیرت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۵ر دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب اَلحاج محمد شعیب صاحب کی تعزیت کے لیے مری تشریف لے گئے اور ۲۶ر دسمبر کی شام واپسی ہوئی، والحمد للہ۔

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

وفیات

۱۱؍دسمبر کو جمعیة علماء اِسلام کے مرکزی سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بھکر میں اِنتقال فرماگئے۔ حضرتؒ ہردلعزیز اور بڑے برگزیدہ بندوں میں تھے، جمعیة کے لیے آپ کی بے لوث خدمات آخرت کا بہت بڑا ذخیرہ ہیں اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات عطا فرمائے۔

۲۴؍دسمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے خیر خواہ جناب حاجی شعیب صاحب طویل علالت کے بعد مری میں وفات پاگئے، مرحوم دین اور اہلِ دین سے بہت محبت رکھتے تھے خود سے آگے بڑھ کر علماء اور اہلِ دین کی خدمت کرنے کو اپنا اعزاز جانتے تھے ناداروں اور مظلوموں کی بھی مدد و نصرت اُن کی طبعیت کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام نصیب فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

۳؍دسمبر کو حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہ صاحبؒ راولپنڈی میں اِنتقال فرماگئے۔

۱۷؍دسمبر کو فاضل دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی رحمة اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا قاضی فضل منان صاحب رحمة اللہ علیہ عمرزئی چارسدہ میں اِنتقال فرماگئے۔

پشاور کے اَلحاج خالد خان صاحب کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ نومبر کے اَخیر میں وفات پاگئیں۔

۲۰؍دسمبر کو جامعہ مدنیہ لاہور کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کشمیری مدظلہم کے برادرِ نسبتی گوجرانوالہ میں وفات پاگئے۔

۱۸؍دسمبر کو جامعہ مدنیہ لاہور کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے بہنوئی جناب زُبیر الدین صاحب بوجہ کینسر وفات پاگئے۔

۲۶؍دسمبر کو کریم پارک کے عابد حسین بھٹی و مزمل حسین بھٹی صاحبان کی والدہ صاحبہ مختصر علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

بقیہ : اِسلام کیا ہے ؟

جب بھی ہم حضور ﷺ کا نامِ نامی لیں اور آپ کا ذکر کریں یا دُوسرے سے سنیں تو آپ پر دُرود شریف ضرور پڑھنا چاہیے اور ایسے موقع کے لیے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کافی ہے۔

دُرود شریف بطورِ معمول وظیفہ :

بعض خاص ذوق اور ہمت رکھنے والے بندے تو روزانہ کئی کئی ہزار بار دُرود شریف کا معمول رکھتے ہیں لیکن ہم جیسے کم ہمت اگر صبح وشام اَدب اور محبت کے ساتھ صرف سو سو مرتبہ دُرود شریف پڑھ لیا کریں تو اِنشاء اللہ اِتنا کچھ پائیں گے اور حضور ﷺ کی اُن کے حال پر ایسی شفقتیں ہوں گی کہ اِس دُنیا میں اُن کا کوئی اَندازہ نہیں کرسکتا، جو حضرات مختصر دُرود شریف پڑھنا چاہیں وہ یہ مختصر دُرود شریف یاد کرلیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ

''اے اللہ ! نبی اُمی حضرت محمد ﷺ پر اور اُن کے گھر والوں پر رحمتیں نازل فرما۔''

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنواکر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

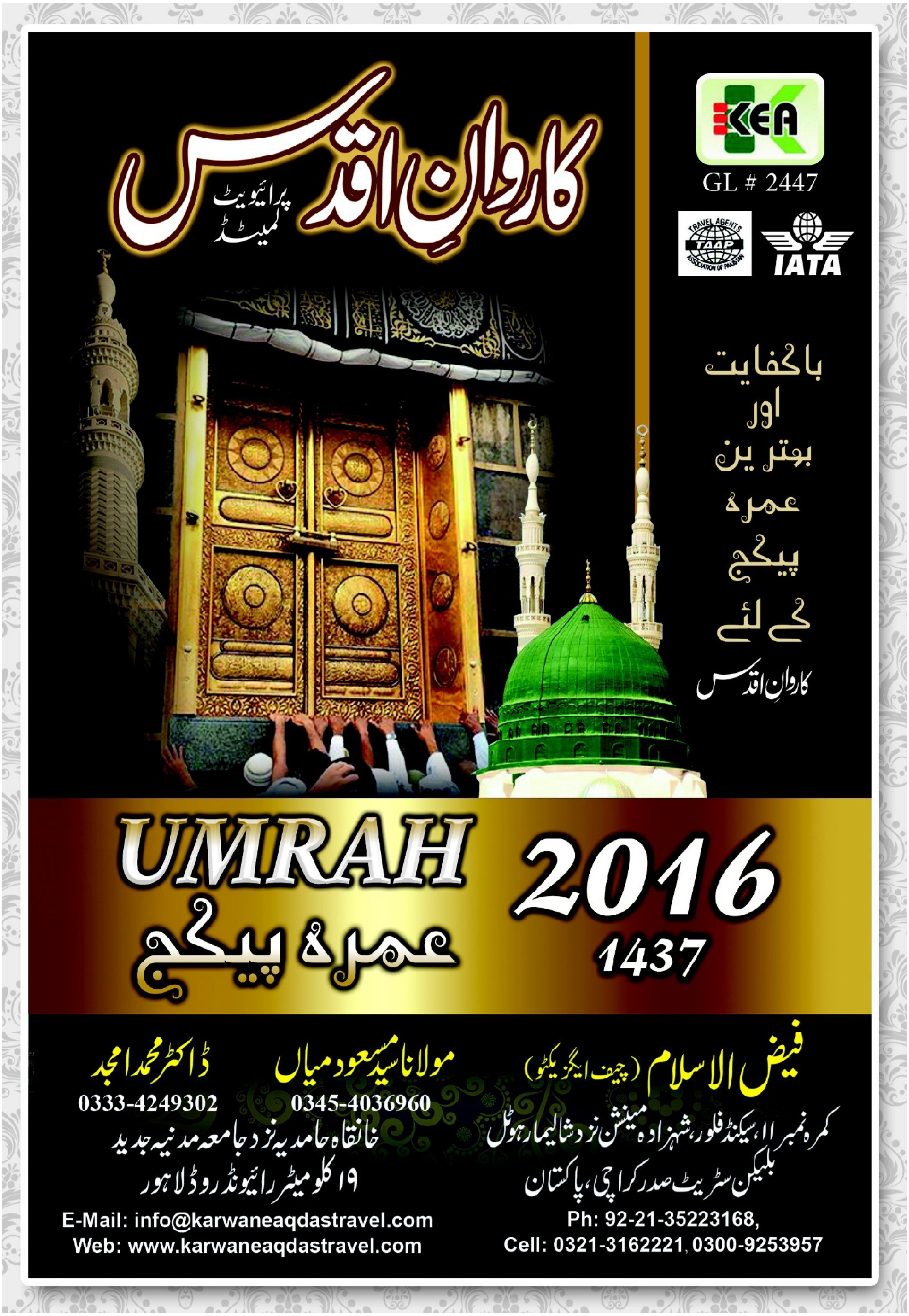

کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
GL # 2447
TAAP
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH
عمرہ پیکج
2016
1437
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلکین سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957